بِکٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

محمد افضل افضلؔ

بکٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ

از

محمد افضل افضلؔ

(متوفی ۱۰۳۵ھ مطابق ۲۶-۱۶۲۵ء)

مرتبہ

مسعود حسین خاں

اور

نورالحسن ہاشمی

شعبۂ لسانیات ○ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

سلسلۂ مطبوعاتِ شعبۂ لسانیات

بکٹ کہانی

محمد افضل افضلؔ

مرتبہ

مسعود حسین خاں و نور الحسن ہاشمی

Bikat Kahani

by

Mohammad Afzal 'Afzal'

Edited by

Masud Husain Khan

and

Noorul Hasan Hashmi

Published by

Department of Linguistics

Aligarh Muslim University, Aligarh

پہلا ایڈیشن - ۱۹۶۵ء

دوسرا ایڈیشن (بہ نظرِ ثانی) - ۲۰۰۲ء

پبلی کیشنز ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے توسط سے لیتھو کلر پرنٹرز، اچل تال، علی گڑھ کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔

(کمپوزنگ: مظہر حسین)

شائع کردہ

شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

فہرست

○ پیش لفظ	——	ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ	۷
○ مقدمہ (طبعِ دوم)	——	پروفیسر مسعود حسین خاں	۱۱
○ مقدمہ (طبعِ اوّل)	——	پروفیسر مسعود حسین خاں	۱۷
○ بکٹ کہانی	——	محمد افضل افضلؔ	۴۵
○ اختلافِ نُسَخ ''بکٹ کہانی'' (محمد افضل افضلؔ)			۸۵

○○○

پیش لفظ

''بکٹ کہانی'' جسے بجا طور پر ''شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ'' کہا گیا ہے، سب سے پہلے شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد کے علمی و تحقیقی مجلّے ''قدیم اردو'' (جلدِ اوّل) میں ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کے سنہ تصنیف کا محققین کو علم نہیں، لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کے مصنف محمد افضل افضلؔ کا انتقال ۱۶۲۵ء میں ہوا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ غالباً سترھویں صدی عیسوی کے ربعِ اوّل کی تصنیف ہے۔ امیر خسرو (۱۲۵۳ تا ۱۳۲۵ء) کی 'مشتبہ' ہندوی شاعری سے قطعِ نظر، شمالی ہندوستان میں ''بکٹ کہانی'' سے قبل کی کوئی بھی لائقِ اعتناء ادبی دستاویز تا حال دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ شمالی ہندوستان میں اردو کے قدیم ادبی نمونوں کی بہت کمی ہے۔ خسرو (م ۱۳۲۵ء) کی شاعری کے بعد یہاں پورے تین سو سال تک سنّاٹا چھایا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں یہاں کے ادبی افق پر افضلؔ (م ۱۶۲۵ء) کا نمودار ہونا کسی معجزے سے کم نہیں۔

''بکٹ کہانی'' تین سو اکیس (۳۲۱) اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے جسے ''بارہ ماسہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ ادبی اہمیت کے علاوہ ''بکٹ کہانی'' کی لسانی اہمیت بھی ہے۔ افضلؔ کی یہ مایۂ ناز تصنیف کھڑی بولی پر مبنی اُس قدیم زبان کا نمونہ پیش کرتی ہے جس کی داغ بیل مسلمانوں کی شمالی ہند میں آمد، بالخصوص فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد پڑتی ہے، جسے امیر خسرو ''زبانِ دہلوی'' کے نام سے یاد کرتا ہے اور جسے وہ خود 'ریختہ' کی شکل میں پروان چڑھاتا ہے۔ ''بکٹ کہانی'' خسرو کی اسی ریختہ کا تسلسل ہے جس پر نہ صرف فارسی کا گہرا اثر ہے بلکہ دہلی اور نواحِ دہلی کی بولیوں کی بھی

گہری چھاپ موجود ہے۔ یہی زبان آگے چل کر نکھرنے لگتی ہے اور اٹھارویں صدی کے نصف آخر تک پہنچتے پہنچتے معیاری روپ اختیار کرلیتی ہے اور 'اردوئے معلیٰ' اور 'اردو' کے نام سے جانی جاتی ہے، اگرچہ اس کے قدیم نام 'ہندی' اور 'ہندوی' کا چلن اس کے بعد بھی بہت دنوں تک رہتا ہے۔

''بکٹ کہانی'' کی اشاعت کا سہرا پروفیسر مسعود حسین خاں کے سر ہے جو اُس زمانے (۱۹۶۵ء) میں شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد کے صدر تھے اور اِس حیثیت سے مجلۂ ''قدیم اردو'' (جس میں ''بکٹ کہانی'' پہلی بار شائع ہوئی) کے مدیر بھی تھے۔ حیدرآباد میں اپنے قیام کے دوران مسعود حسین صاحب نے ''بکٹ کہانی'' کی ترتیب و تدوین کا پورا کام خود سر انجام دیا۔ بڑی تحقیق اور چھان بین کے بعد اس پر سیر حاصل مقدمہ لکھا اور نہایت دقتِ نظر کے ساتھ اختلافِ نسخ تیار کیے۔ چوں کہ ''بکٹ کہانی'' کے چند نسخے پروفیسر نورالحسن ہاشمی (سابق صدرِ شعبۂ اردو و فارسی، لکھنو یونیورسٹی) کو بھی دستیاب ہوئے تھے اور انھوں نے وہ نسخے لکھنو میں ایک ملاقات کے دوران پروفیسر مسعود حسین خاں کے سپرد کردیے تھے، (۱) اس لیے مسعود حسین صاحب نے نورالحسن ہاشمی صاحب کو بھی اس کام میں شریک کرلیا۔ چنانچہ ''بکٹ کہانی'' جب شائع ہوئی تو مسعود حسین صاحب نے اپنے

---

(۱) پروفیسر مسعود حسین خاں نے اِس واقعے کا ذکر راقم الحروف کے نام اپنے ایک حالیہ مکتوب مورخہ ۲۷/جنوری ۲۰۰۱ء میں یوں کیا ہے:

> ''جب نورالحسن ہاشمی صاحب کی پروفیسر شپ کے لیے میں حیدرآباد سے ایکسپرٹ کی حیثیت سے لکھنو گیا تھا تو انٹرویو میں انھوں نے ''بکٹ کہانی'' کے بعد کے چند نسخوں کو مرتب کر کے ایک مسودہ بھی پیش کیا۔ اس پر میں نے یہ کہا کہ جناب! اس میں دو قدیم ترین نسخے تو آپ نے شامل نہیں کیے جو حیدرآباد میں موجود ہیں۔ اس پر انھوں نے انٹرویو کے بعد اپنا مسودہ میرے حوالے کیا اور کہا، اب آپ اسے جیسا چاہیں++

نام کے ساتھ نورالحسن ہاشمی صاحب کا نام بھی مرتبین میں شامل کرلیا۔

جیسا کہ مذکورۂ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے، ''بکٹ کہانی'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۵ء میں حیدرآباد سے شائع ہوا۔ یہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے، جس کا متن اس کے پہلے ایڈیشن کے متن پر مبنی ہے جو ادارۂ ادبیاتِ اُردو، حیدرآباد کے نسخے کو بنیاد بنا کر تیار کیا گیا تھا۔ یہ نسخہ تا حال سب سے قدیم اور مستند تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا کاتب بھی کھڑی بولی کے علاقے میں واقع گڑھ مکتیشر کا متوطن ہے۔

موجودہ ایڈیشن میں سے ذیل کے چار شعر جو پہلے ایڈیشن میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مکرر شائع ہو گئے تھے، خارج کر دیے گئے ہیں:

(۱۶۳) نہ مانا اُن، کہو، کیا جتن کیجے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے
(یہ دوبارہ شعر نمبر ۲۳ کے تحت درج ہو گیا تھا)۔

(۲۳۳) ارے گھر آ، جلن میری بجھاؤ
کتھا میری سنو، اپنی سناؤ
(یہ شعر نمبر ۱۵۸ کی تکرار تھا)۔

(۲۳۵) کہ بے جاں ہو رہی ہے جا خبر لے
مت اپنے سرنمانی کا صبر لے
(یہ شعر نمبر ۱۶۱ کی تکرار تھا)۔

++ کرلیجیے چنانچہ حیدرآباد پہنچ کر ادارۂ ادبیاتِ اردو کے قدیم ترین نسخے کو بنیاد بنا کر اور چند اور نسخوں سے اضافہ کر کے اسے از سرِ نو مرتب کیا اور اس پر کافی تحقیق کے بعد مقدمہ اپنے مخصوص انداز میں لکھا، اور اپنے رسالے ''قدیم اُردو'' میں شائع کیا۔ یہ خیال کر کے کہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی مجھ سے چند سال سینیر تھے، مشرقی وضع داری کے پیشِ نظر، مرتبین میں پہلا نام ان کا اور دوسرا اپنا درج کیا''۔

(۲۳۶) سکھی! اُودھو کو سگرا دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کرد کھڑا جتایا
(یہ شعر نمبر ۱۶۲ کی تکرار تھا)۔

پروفیسر مسعود حسین خاں صاحب میرے شفیق و محترم استاد ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات سے ان کا طویل اور قدیمی تعلق رہا ہے۔ وہ اِس شعبے کے بانی صدر (Founder Chairman) رہے ہیں۔ آج بھی انھیں اس شعبے کے پروفیسر اِیمر یٹس (Professor Emeritus) ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بہ حیثیتِ صدرِ شعبۂ لسانیات جب میں نے ''بکٹ کہانی'' کے نئے ایڈیشن کی اشاعت کا منصوبہ بنایا تو مسعود حسین صاحب نے اس کی تائید کی، اور بہ خوشی اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ شعبۂ لسانیات کی جانب سے ''بکٹ کہانی'' کی اشاعت نہ صرف میرے لیے باعثِ مسرت ہے بلکہ اِس شعبے کے لیے بھی باعثِ افتخار ہے۔

مرزا خلیل احمد بیگ
چیرمین

شعبۂ لسانیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ۔

۲۸ر جنوری ۲۰۰۲ء

○○○

مقدمہ
(طبعِ دوم)

''بکٹ کہانی'' کا یہ مرتبہ متن سب سے پہلے ۱۹۶۵ء میں شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد کے تحقیقی مجلّے ''قدیم اردو'' (جلدِ اوّل) میں شائع ہوا تھا جو میری زیرِ ادارت نکلتا تھا۔ ''بکٹ کہانی'' کے مرتبین مَیں (پروفیسر مسعود حسین خاں) اور پروفیسر نورالحسن ہاشمی تھے۔ جیسا کہ مقدمۂ طبعِ اول میں وضاحت کر دی گئی ہے، نسخہ جات نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰ کے مرتب پروفیسر مسعود حسین خاں اور نسخہ جات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ کی ترتیب پروفیسر نورالحسن ہاشمی کی کی ہوئی ہے۔ اس میں کتابت کے اعتبار سے قدیم ترین نسخہ نمبر ۹ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد کی ملکیت ہے جس پر سنہِ کتابت ''۱۲۴۰ھ، یوم جمعہ'' (مطابق ~~۱۸۲۴ء~~) درج ہے۔ یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ مستند بھی کہا جا سکتا ہے، اس لیے کہ اس کا کاتب کھڑی بولی کے علاقے گڑھ مکتیشر، ضلع میرٹھ کا متوطن ہے۔ موجودہ متن کی اساس اسی نسخے پر رکھی گئی ہے۔

۱۹۶۵ء میں ''بکٹ کہانی'' کے پہلی بار شائع ہونے کے بعد دنیائے ادب میں ہل چل مچ گئی۔ ۱۹۷۵ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی قابلِ قدر تصنیف ''تاریخِ ادبِ اردو'' میں اسے اپنے دور کی سب سے اہم، نمائندہ، اور قابلِ قدر تصنیف سے موسوم کیا اور اس کے لیے تقریباً دس صفحے مختص کیے۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے پروفیسر عبدالغفار شکیل (۱) نے سب سے پہلے مصنف کے نام اور وطن کے بارے میں اکرم رہتکی، المتخلص بہ قطبیؔ کے ''تیرہ ماسہ'' سے نئی معلومات ڈھونڈھ نکالیں۔ یہ ''تیرہ ماسہ'' (لوند کا مہینہ شمار کرنے کے بعد)

---

(۱) ''بکٹ کہانی کا مصنف اور اس کا وطن''، شمولہ ''فکر و نظر'' (علی گڑھ)، جلد ۱۱، شمارہ ۲۰، ۱۹۷۱ء۔

۱۱۴۳ھ مطابق ۳۱-۱۷۳۰ء (سنہ تیرہ جلوسِ محمد شاہی) میں افضل کے "بارہ ماسہ" کے تتبع میں تصنیف کیا گیا تھا:

پریم قصہ ہوا ہے آخر یارو
تیرہ ماسہ بھی اس کے تاں بچا رو
بارہ ماسہ ہوئے تھا اور سب کے
تیرہ ماسہ ہوا جاکر قطبؔ کے
بکٹ افسانہ کا ہے یہ تو بھیّا
دونوں کے تائیں جنا ہے دوئی میّا
اولیں افضلؔ کہ جس کا ناوٗں گوپالؔ
کیا ہے نارنولی صاحب حال
اسے قطبیؔ کہ اکرم کرہے مشہور
زشعر وعلم ہردو ہست معذور
ہزار ویک صدوچل ثلث دیگر
جو تھا تب سنِ ہجری مشکِ اذفر
محمد شاہ کی ہے بادشاہی
لگا ہے سنِ تیرہ از الٰہی

قطبیؔ کی اس شہادت کے بعد اب یہ یقینی ہو جاتا ہے کہ افضلؔ ہی کے قیامِ متھرا کا دوسرا نام گوپالؔ تھا اور وہ ہریانہ کے قصبے نارنول کا رہنے والا تھا۔

افضلؔ اور اس کی "بکٹ کہانی" کے بارے میں سب سے دلچسپ اظہارِ خیال ڈاکٹر پرکاش مونس نے اپنے تحقیقی مقالے "اردو ادب پر ہندی ادب کا اثر" (جو اضافے اور تبدیلیوں کے بعد پہلی بار ۱۹۷۷ء میں الٰہ آباد سے شائع ہوا ہے)، کیا ہے۔ انھوں نے والہ داغستانی کی دی ہوئی داستان کو "لغو خیالات" سے تعبیر کیا ہے، اس لیے کہ :

(۱) ''پجاریوں کا کٹر پن اس زمانے میں نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک بوڑھا مسلمان معلّم جو عربی فارسی کا جید عالم ہو ایک ہندو کا سوانگ بھر کر مندر میں رہے؟''

(۲) ''ہندوؤں میں دست بوسی یا قدم بوسی کا رواج نہیں ...... چھوا چھوت کا شعور اتنا بیدار ہے کہ کوئی شخص کسی دینی پیشوا کے جسم کو ہاتھ لگانے کی بات بھی نہیں سوچ سکتا۔ انھیں دور سے ڈنڈوت کی جاتی ہے''۔

(۳) ''اصل میں قدیم اردو مصنفوں کے یہاں داستانوں میں مسلمان عاشقوں کے پیچھے ہندو عورتوں کی تبدیلیِ مذہب کی ایک مسلسل اور مستقل روایت چلی آئی ہے''۔

(۴) ''اردو تحقیق کے دامن پر یہ تاریخی غلطی ہمیشہ بدنما داغ کی صورت میں نمایاں رہے گی کہ کسی شہادت کے بغیر ''بکٹ کہانی'' کا مصنف ایک غیر متعلق شخصیت کو قرار دے دیا گیا اور ایک کے بعد دوسرا محقق بغیر کسی جانچ پڑتال کے اس مفروضے کو حقیقت سمجھ کر دہراتا رہا''۔

ڈاکٹر پرکاش مونس نے اپنے مشاہدات میں بعض اہم سوالات اٹھائے ہیں، لیکن ان میں سے بیشتر ہندو سماج کے بارے میں عمومی بیانات ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ افضل کا عہد اکبر و جہاں گیر کا زمانہ تھا۔ ان دونوں حکمرانوں کے زمانے میں معاشرتی سطح پر ہندو مسلم اتحاد اور اتصال کی بہت سی باتیں معاشرتی نقطۂ نظر سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ وہ معاشرہ تھا جس میں راجا سے لے کر پرجا اور شہنشاہ سے لے کر صوفیانہ حلقوں کے شاہ تک، مجازی اور حقیقی دونوں قسم کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ رہا اس کا سوال کہ افضل عمر کے لحاظ سے اس ہندو جوان عورت سے بہت زیادہ سن رسیدہ تھے تو نفسیات کے علم سے واقف حضرات بہ خوبی جانتے ہیں کہ ادھیڑ عمر کا عشق جوانی سے بھی زیادہ طوفانی ہوتا ہے، ع :

بھڑکتا ہے چراغِ صبح جب خاموش ہوتا ہے

جہاں تک کسی مسلمان کا ہندوؤں کے مندر تک پہنچنے کا تعلق ہے تو اس کے لیے میں اپنے خاندان کی ایک مثال پر اکتفا کروں گا:

میرے پردادا غلام حسین خاں (عرف جھمّن خاں) اپنے مشتعل مزاج کے لیے سارے قائم گنج (ضلع فرخ آباد) میں شہرت رکھتے تھے۔ ۱۹۰۰ء کے قریب جب وہ اپنا نیا پختہ مکان بنوا رہے تھے (جس کا روکار اس قدر شاندار ہے کہ عرفِ عام میں وہ ''محل'' کہلاتا ہے)، تو کچھ مزدوروں کی کسی حرکت پر انھیں اس قدر غصہ آیا کہ لام کاف کی شکل میں ہر بات انھیں کہہ ڈالی۔ اتفاق سے اس دن ان کے پیر مرشد آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ سارا منظر دیکھا۔ جب ان کا غصہ فرو ہو گیا تو اشارے سے انھیں اپنے پاس بلا کر کہا، جھمّن! اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا زیرِ تعمیر یہ مکان آباد رہے تو تمھیں آج کے دن کا کفارہ دینا ہوگا۔ مکان بنوانا بند کر دو اور میرا رقعہ لے کر میرے دوست، سنت فلاں کے پاس فوراً متھرا جاؤ اور چالیس دن تک وہ جو سیوا تم سے لے اسے کرو اور واپس آکر پھر اس مکان کی تعمیر کا سلسلہ چھیڑو۔ صاحبِ کردار پٹھان نے حکم کی تعمیل کی اور مرشد کے رقعے کے ساتھ متھرا جا پہنچے۔ سنت نے انھیں اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر، کھچڑی داڑھی، لیکن ہاتھ پیر لوہے کی سلاخوں کی طرح مضبوط! کہنے لگا ہمارے مندر میں جھاڑو صفائی کا کام بہت رہتا ہے اس میں لگ جاؤ۔ چنانچہ جھمّن خاں مندر کے احاطے میں مقیم رہے، اپنی مسلّم انفرادیت کے ساتھ، اور جو کام سنت مہاراج بتاتے چالیس دن تک عبادت کے طور پر انجام دیتے رہے۔ اپنے کفارے کی مدت مکمل کرنے کے بعد پھر قائم گنج لوٹے۔ مرشد سے سارا حال بیان کیا اور پھر ان کی اجازت سے دوبارہ اپنے نئے مکان کی تعمیر میں جُٹ گئے۔ (یہ اور بات ہے کہ یہ مکان ان کے اس کفارے کے باوجود آج تک مسلسل آباد نہ ہوا، صرف شادی بیاہ یا غمی کے مواقع پر کھلتا اور پھر بند پڑا رہتا!)۔

یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے جو ڈاکٹر پرکاش مونس کے مشاہدات کے جواب میں دی جا سکتی ہے۔ محبت کی نہ کوئی عمر ہوتی ہے اور نہ کوئی ذات! ازمنۂ وسطیٰ کا ہندوستان اس قسم کی محیر العقول مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان کا یہ خیال کہ ''بکٹ کہانی'' کسی 'گوپال' کی تصنیف ہے، بعید از قیاس ہے۔ اس نام کا کوئی شاعر جو فارسی میں بھی آبِ رواں کی طرح شعر کہتا ہو، اردو تاریخِ شعر میں دو'ر دو'ر ناپید ہے، اس لیے انڈیا آفس کے ہندوستانی مخطوطات کے فہرست نگار نے اگر اسے کسی 'گوپال' کی تصنیف بتایا ہے تو اس کا شمار مستشرقین کے ان علمی مغالطوں میں کرنا چاہیے جن کے لیے وہ عام طور پر مشہور ہیں۔

محمد افضلؔ کا سالِ وفات والہ کے مطابق ۱۶۲۵/۲۶ء ہے۔ والہ کا تذکرہ ''ریاض الشعراء'' ۱۷۴۷ء میں تصنیف کیا گیا یعنی ۱۲۲ برس بعد۔ قطبی کا تیرہ ماسہ جس میں مستند طور پر ''بکٹ کہانی'' اور افضلؔ نارنولی کا ذکر ملتا ہے والہ کے تذکرے سے سترہ سال پہلے کی تصنیف ہے۔ اس طرح ''بکٹ کہانی'' کے سالِ تصنیف کے اور قریب ہم پہنچ جاتے ہیں یعنی قطبی کی معلومات ۱۰۵ سال بعد کی ہے۔ پھر یاد رکھنے کے لائق یہ بات ہے کہ قطبی اور افضلؔ کا تعلق ایک ہی علاقے یعنی ہریانہ سے ہے۔ پانی پت، نارنول سے زیادہ دور بھی نہیں۔

اس لیے افضلؔ کے بارے میں کسی نئے انکشاف تک ہمیں والہؔ کے بیانات پر شک کرنے کی کم گنجائش رہ جاتی ہے، خاص طور پر انڈیا آفس کے ہندوستانی مخطوطات کے فہرست نگار اور ڈاکٹر پرکاش مونس کے اس قیاس پر کہ ''بکٹ کہانی کے شاعر کا نام 'گوپال' مان لینے سے ''بکٹ کہانی'' کے بعض اشعار کی بغیر دور کی کوڑی لائے اچھی اور سیدھی سادی توجیہ ہو جاتی ہے۔''

ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر میں اپنے عزیز شاگرد اور مکرم دوست ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، صدرِ شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا شکریہ ادا نہ کروں، جن کی تحریک اور اہتمام سے ''بکٹ کہانی'' کا یہ دوسرا

ایڈیشن، شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مطبوعات کے سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر ناظرین کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اِس کی اساس اس کے پہلے ایڈیشن (مشمولۂ ''قدیم اردو''، ۱۹۶۵ء، عثمانیہ یونیورسٹی) پر جزوی ترمیمات کے بعد قائم کی گئی ہے جو ''بکٹ کہانی'' کا سب سے زیادہ مستند متن ہے۔

مسعود حسین خاں

جاوید منزل
علی گڑھ۔
۵/اکتوبر ۲۰۰۱ء

ooo

مقدمہ

(طبعِ اوّل)

حالات

شیخ محمد قیام الدین قائم پہلا تذکرہ نویس ہے جس نے اپنے تذکرے ''مخزنِ نکات'' (۱۷۵۵ء) (۱) میں محمد افضل افضلؔ کی نشان دہی ان الفاظ میں کی ہے:

> ''محمد افضل مردے است از سکانِ دیارِ مشرق اگرچہ ربطِ کلامش چنداں مضبوط و مربوط نیست، لیکن از آنجا کہ قبول بے سبب درو بے غضب خاصہ جناب ازلی است، تصنیفاتش بمرتبہ موثر دلہا است کہ از حیز تحریر و تقریر متجاوز است و مثنوی ''بکٹ کہانی'' برصفحۂ روزگار از وے یادگار است، رویہ اش از قدم ابیاتش باقیاس باید نمود ایں یک بیت از مثنوی مشہور از وست:
>
> پڑتا مل میں میرے پیم پھانسی؟
>
> مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہانسی''

قائم نے اپنے تذکرے میں افضلؔ کو طبقۂ اوّل میں سعدیؔ (۲)، امیر خسروؔ اور ملا نوریؔ کے بعد جگہ دی ہے۔ چوں کہ شعرا کے ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی کے عام مروجہ انداز کی بجائے زمانی طور پر کی گئی ہے اس لیے افضلؔ کے ساتھ طبقۂ اوّل کے دیگر شاعر حسب ذیل تسلیم کیے گئے ہیں:

سعدی شیرازی، امیر خسرو، ملاّ نوری، محمد افضل افضلؔ، سلطان

---

(۱) مرتبۂ عبدالحق، انجمن ترقیِ اُردو، اورنگ آباد، ۱۹۲۹ء، ص ۳۔

(۲) سعدیؔ کو قائم ''سعدی شیرازی'' سمجھتا ہے اور ''سعدی دکنی'' کی مشہور غزل ++

(عبداللہ قطب شاہ)، مرزا، فضلی، قادر، آزاد، احمد گجراتی، محمود، سراج، ولی (شاہ ولی اللہ)، مرزا عبدالقادر، موسوی خاں فطرت، جعفر (میر جعفر) و دیگر۔

میر کے تذکرے ''نکات الشعراء'' (۱۷۵۲ء) میں جب کہ خسرو، میر جعفر، احمد گجراتی، سعدی دکھنی، ولی اورنگ آبادی، سراج، محمود، فضلی کا ذکر مل جاتا ہے، افضل کا نام غائب ہے۔ قایم کے بعد، اور غالباً اسی کی معلومات پر مبنی میر حسن اپنے تذکرے ''تذکرۂ شعرائے اردو'' (۱۷۷۴ء تا ۱۷۷۸ء) میں افضل کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''محمد افضل، افضل تخلص از قدیم ست - کدام ہندو بچہ، گوپال، نامی بود کہ برو عاشق شدہ، حسب حال خود ''بارہ ماسا'' عرف ''بکٹ کہانی'' گفتہ کہ اکثر کھتریاں وگایناں مشتاق اومی باشند - نصفے فارسی و نصفے ہندی دارد، لیکن قبولیت دادالٰہی ست، بر دل ہا اثر می کند''۔

''بارہ ماسہ'' کے جو دو شعر میر حسن نے نقل کیے ہیں، حسب ذیل ہیں:

پڑی ہے گل میں میرے پیم پھانسی
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہانسی
مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا(۱)

++ جس کا مقطع یہ ہے:

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

ان سے منسوب کرتا ہے۔ میر تقی میر نے ''نکات الشعراء'' میں پہلی بار اس کی تردید کی ہے اور سعدی کو ایک دکنی شاعر بتایا ہے۔

(۱) یہ دلچسپ بات ہے کہ مذکورۂ بالا دونوں شعر ''بیانِ ماہ چیت'' سے لیے گئے ہیں اور ++

میر حسن نے قائم کے تذکرے سے استفادہ کیا ہے، یہ دو باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قائم کی طرح انھوں نے بھی ''خاصہ جناب ازلی'' کے حوالے سے ''بکٹ کہانی'' کے پُر اثر ہونے کا ذکر ''لیکن قبولیت داد الٰہی ست'' کے الفاظ میں کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میر حسن نے نمونے کے جو دو شعر دیے ہیں ان میں سے ایک وہی ہے جو قائم نے اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے اور غلط طور پر ''پڑی ہے گل میں میرے پیم پھانسی'' کی بجائے ''پڑتا مل میں میرے پیم پھانسی''؟ ''مخزنِ نکات'' میں درج ہے۔

افضل کے متعلق اس ابتدائی معلومات پر اب تک جو غلط بیانیاں ہوتی رہی ہیں اُس کی تمام تر ذمہ داری اسپرنگر پر ہے جس نے شاہانِ اودھ کے کتب خانے کی فہرست ۱۸۵۴ء میں شائع کی تھی اور جس میں قائم کے حوالے سے افضل کے بارے میں یہ بیان دیا ہے:(۱)

++ان دونوں کے درمیان مزید تین شعر آتے ہیں۔ مختلف نسخوں میں ان کا مختلف متن ہے، مثلاً پہلے شعر کے اختلافات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مرے گل میں پڑی ہے پیم پھانسی ــ بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی
۲۔ مرے گر میں پھنسی ہے پیم پھانسی ــ بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی
۳۔ مرے گل موں پڑی ہے پریم پھانسی ــ بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی
۴۔ میرے گل میں پڑی ہے پیم پھانسی ــ بھیا مرنا مجھے اوروں کی ہانسی
۵۔ میرے گل میں پڑی ہے پیم پھانسی ــ بھیا مرنا مرا اور لوگ ہانسی

اسی طرح شعر نمبر۲ کے اختلافات یہ ہیں

۱۔ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا ــ انھوں نے سب جنم رووت گنوایا
۲۔ جنھوں نے مل مسافر سے لگایا ــ انھوں نے سب جنم اپنا گنوایا
۳۔ جنھوں نے دل مسافر سے لگایا ــ انھوں نے سب جنم رورو گنوایا

(۱) اسپرنگر کی اس فہرست کا اردو ترجمہ ''یادگارِ شعراء'' کے نام سے طفیل احمد++

''افضلؔ، محمد افضل ، ساکن جھنجھانہ، جو میرٹھ سے دور نہیں ہے۔ یہ ایک غیرِ معروف شاعر نہیں تھے اور زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھے۔ قایمؔ نے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک نظم لکھی ہے جس کا نام ''بکٹ کہانی'' ہے۔ اس کا ایک نسخہ لندن کے انڈیا ہاؤس میں موجود ہے''۔

معلوم نہیں اسپرنگر کے پیشِ نظر قایمؔ کے تذکرے کا کون سا نسخہ تھا۔ آج مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ جو نسخہ دستیاب ہے اس کی عبارت سے (اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے) صاف ظاہر ہے کہ قایمؔ نے یہ بیان کہیں نہیں دیا ہے کہ افضلؔ، ''عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں''۔ اس قدر ضرور ہے کہ طبقۂ اول کی زمانی ترتیب میں افضلؔ کا نام عبداللہ قطب شاہ سے فوراً قبل درج کیا گیا ہے جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ قایمؔ کے ذہن میں افضلؔ کا تقدمِ زمانی موجود تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ قایمؔ عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال اپنے تذکرے میں کہیں درج نہیں کرتا، اس لیے اسپرنگر کا عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں یہ اضافہ ''جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشین ہوئے تھے'' ایجادِ بندہ معلوم ہوتا ہے۔ ''مخزنِ نکات'' میں افضلؔ کے فوراً بعد فنِ ریختہ اور عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں حسبِ ذیل عبارت درج ہے:

''باید دانست کہ چوں فنِ ریختہ در آں وقت از محلِ اعتبار ساقط بود، بناء علیہ ہیچ کس بر توغّل آں اقدام نمی نمود و ایں دو سہ چار بیت کذائے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم است، اغلب کہ منشاء نظمش ہزنے پیش نباشد- اما بعد ازیں بسمتِ بلادِ دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ با سخنوران بہ محبت و مواسا پیش می

++ نے کیا ہے۔ یہ ۱۹۴۳ء میں ہندوستانی اکیڈیمی، الٰہ آباد سے شائع ہو چکا ہے۔

آید، ریختہ گفتن بزبان دکھنی بسیار رواج گرفت - بادشاہ مذکور نیز طبعِ موزوں داشت......''۔

اس اقتباس میں قایم نے نہ تو عبداللہ کے سالِ تخت نشینی کا ذکر کیا ہے اور نہ وہ افضل کو ''ایک دکنی بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضاف کر رہا ہے'' جیسا کہ بعد کو ''پنجاب میں اُردو'' میں محمود شیرانی نے خیال ظاہر کیا ہے۔ دراصل محمود شیرانی کے پیشِ نظر ''مخزنِ نکات'' کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ مولوی عبدالحق کی مرتب کردہ ''مخزنِ نکات'' کے ایک سال قبل ۱۹۲۸ء میں ''پنجاب میں اُردو'' تصنیف کی جا چکی تھی۔ ایسی صورت میں شیرانی نے اسپرنگر کے بیان پر اعتبار کیا ہے اور قایم کی (جو دراصل اسپرنگر کی ہے) اس غلطی کا شد و مد کے ساتھ چرچا کیا ہے کہ ''قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ہے اس میں بہ ظاہر ایک غلطی معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ عبداللہ قطب شاہ در حقیقت سنہ ۱۰۲۵ھ میں تخت نشیں ہوتا ہے، نہ کہ سنہ ۱۰۲۰ھ میں، جو محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال ہے۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبداللہ قطب شاہ، یا سنہ ۱۰۲۵ھ کی جگہ سنہ ۱۰۲۰ھ لکھ دیا''۔ حالاں کہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اس سارے فسانے میں عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا ذکر ہی کہیں نہیں ملتا۔ (۱)

اسپرنگر نے افضل کے سلسلے میں یہ نئی معلومات بھی، معلوم نہیں کہاں سے فراہم کی ہے، کہ وہ جھنجھانہ کا ساکن ہے ''جو میرٹھ سے دور نہیں''۔ اگر قایم کے تذکرے کا یہ جملہ اسپرنگر کے پیشِ نظر ہوتا کہ ''محمد افضل مردے

---

(۱) ''علی گڑھ تاریخ ادبِ اُردو'' (پہلی جلد)، ص ۴۹۰ پر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، اسپرنگر اور شیرانی کی دی ہوئی معلومات کو ''مخزنِ نکات'' سے مقابلہ کیے بغیر ان الفاظ میں دہراتے ہیں: ''قایم نے اپنے تذکرے ''مخزنِ نکات'' میں افضل کو غالباً دکنی فرض کیا، اور لکھا ہے کہ افضل، عبداللہ قطب شاہ سے جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوتا ہے پیشتر گذرا ہے''۔

است از سکانِ دیارِ مشرق'' تو وہ ضلع میرٹھ کے ایک قصبے سے افضلؔ کو منسوب نہ کرتا۔ ''دیارِ مشرق'' میرؔ کی زبان کا ''پورب'' ہے۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ خود قائمؔ نے افضلؔ کے توطن کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے فراہم کی ہے جب کہ میر حسن، جن کا تعلق ''دیارِ مشرق'' سے تھا، اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

افضلؔ کے بارے میں میر حسن کی فراہم کردہ معلومات کا اعادہ بعد کے تذکرہ نویس عرصے تک کرتے رہے ہیں۔ صاحبِ تذکرہ ''گلزارِ ابراہیم'' (مرقومہ ۱۷۸۴ء) نے محمد افضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے، جو واضح طور پر میر حسن کے تذکرے سے ماخوذ ہے:

''افضلؔ، محمد افضل، از قدماست، بر گوپال نامی عشق ورزیدہ
حسب حال خود بارہ ماسہ مشہور ''بکٹ کہانی'' منظوم نمودہ''۔

اس کے بعد نمونے کا صرف ایک شعر نقل کیا ہے جو لفظی تحریف (کھوتے، بجائے روتے) کے ساتھ میر حسن کے تذکرے سے لیا گیا ہے:

مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم کھوتے گنوایا

افضلؔ کے بارے میں میر حسن کی روایت فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے بھی اپنی فرانسیسی تصنیف ''تاریخِ ادبِ ہندوئی و ہندوستانی''(۱) میں بیان کی ہے۔ افضلؔ کے بارے میں ایک اور نادر حوالہ گل کرسٹ کی تالیف ''ہندوستانی زبان کی قواعد'' (۱۷۹۶ء) میں ملتا ہے جس کے آخر میں مولف، اُردو شعراء کے نام (بشمولِ افضلؔ) اس ترتیب سے گنا تا ہے:

---

(۱) گارساں دتاسی کی اس ضخیم تصنیف کا فرانسیسی نام "L' histoire de la litterature hindouie et hindoustanie" ہے۔ اس میں تقریباً تین ہزار اُردو و ہندی کے شعرا اور مصنفین کا تذکرہ ہے، جن میں سے دو ہزار آٹھ سو آٹھ مصنفین و++

امیر خسرو۔ ولی۔ حاتم۔ سودا۔ میر۔ قایم۔ جعفر زٹلی۔ محمد افضل، افضلؔ وغیرہ۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۷۹۶ء یعنی اٹھارویں صدی کے اختتام تک، میر تقی میرؔ کے اغماض کے باوجود، افضلؔ کی شاعرانہ شہرت قایم تھی۔

انیسویں صدی کے آغاز میں افضلؔ کے سلسلے میں ایک اہم حوالہ افضلؔ کے ایک عقیدت منداور ہم مشرب عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ میں ملتا ہے جو ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء کے آس پاس کی تصنیف ہے (۱)۔ آنے والی نسلیں "شاہ افضل" کا ذکر کس عقیدت سے کرتی رہی ہیں اور اس کی "بکٹ کہانی" کی کس قدر دھوم رہی ہے، اس کا اندازہ عبداللہ انصاری کے "بارہ ماسہ" کے ان ابتدائی اشعار سے ہوتا ہے جن میں انھوں نے افضلؔ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

سراسر اہلِ عرفاں شاہ افضل
نہایت کامل و یکتا واکمل
انھوں نے اک بکٹ لکھی کہانی
کیا جس میں بیاں سوزِ نہانی

++شعرا کا تعلق اُردو سے ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن پیرس سے دو جلدوں پر مشتمل ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۷ء شائع ہوا تھا۔ ہندی کے مصنفین و شعرا پر مشتمل حصص کا ترجمہ کئی سال ہوئے ہندی میں شائع ہو چکا ہے۔ چند سال قبل ایک فرانسیسی خاتون للیان نذرو نے اس تاریخ کے اُردو شعرا اور مصنفین پر مشتمل حصص کا ترجمہ حواشی اور تعلیقات کے ساتھ کراچی یونیورسٹی میں پی ایچ۔ ڈی۔ کے لیے پیش کر کے ڈگری حاصل کی ہے۔ راقم کی نظر سے یہ ترجمہ گذر چکا ہے۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔

(۱) بارہ ماسۂ عبداللہ انصاری کا قلمی نسخہ شعبۂ مخطوطات، مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) میں محفوظ ہے۔ (بحوالۂ محمد ذکی الحق: "ذکر و مطالعہ"، ص ۳۰۱، پٹنہ)۔

بکٹ پیچیدہ رستہ ہے برادر
سمجھ لے رہِ طریقت کو سراسر
زنانی بولی ہے اس کی پیاری
جسے سن کر ہو دل میں بے قراری

لیکن افضلؔ کی سوانح اور سیرت کے بارے میں سب سے اہم انکشافات علی قلی خاں والہ داغستانی کے فارسی شعرا کے تذکرے ''ریاض الشعراء''(۱) میں ملتے ہیں جو ۱۷۴۷ء کی تصنیف ہے اور جسے قائمؔ کے ''مخزنِ نکات'' (۱۷۵۵ء) پر بھی تقدم حاصل ہے۔ چوں کہ افضلؔ فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے، ''شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت'' (والہ)، اس لیے مصنف نے اپنے تذکرے میں افضلؔ کے حالات کے لیے تقریباً دو صفحے وقف کیے ہیں۔ والہ نے صاف طور پر انھیں ''پانی پتی'' لکھا ہے۔ اس کے قول کے مطابق وہ نہ صرف ہندی اور فارسی دونوں کے باکمال شاعر تھے بلکہ فارسی نثر لکھنے پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ معلّمی ان کا پیشہ تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ''جمعِ کثیر و جمِ غفیر'' ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔ چوں کہ ابتدا سے ''چاشنیِ عشق اور مشربِ فقر'' سے آشنا تھے اس لیے بڑی عمر میں ''ناگاہ عشقِ ہندوزنے'' میں مبتلا ہو گئے اور ''مجنوں صفت، متاعِ زہد وتقویٰ را'' خیر باد کہا۔ اور ''مانندِ ابرِ بہار'' طوفِ کوئے ملامت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی وارفتگی کے عالم میں عاشقانہ غزلیں لکھتے جن میں سے ایک کا مطلع والہ کے قول کے مطابق یہ ہے:

عالم خرابِ حسنِ قیامت نشانِ کیست
دورِ کدام فتنہ گراست و زمانِ کیست

---

(۱) والہ داغستانی کے اس تذکرے کا ایک نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۰) اسٹیٹ لائبریری، حیدر آباد میں محفوظ ہے۔ افضلؔ کے سلسلے میں والہ کے تذکرے سے استفادہ سب سے ++

مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو وہ عورت روپوش ہو گئی لیکن عشق کا شور و فساد کم نہ ہوا اور بالآخر ایک رات نہایت خفیہ طور پر باحتیاطِ تمام اس کے رشتہ داروں نے اسے شہرِ متھرا پہنچا دیا۔ مولانا کچھ عرصے تک سر ٹکراتے رہے، آخر پتا حاصل کر کے ''افتاں و خیزاں بہ دیارِ محبوب رسیدہ''۔ وہاں تجسسِ بسیار کے بعد ایک دن کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چند لیلیٰ عذاروں اور خورشید رخساروں کے ساتھ بہ نشاط و انبساطِ تمام ایک جگہ سیر کرتی پھر رہی ہے۔ بے اختیار اس کی جانب بڑھے اور حسبِ حال یہ شعر پڑھا:

خوشا رسوائی و حالِ تباہے
سرِ راہے و آہے و نگاہے

مولانا کی یہ بے موقع جسارت اس ''لیلیٰ وش جفا کار'' کو ناگوارِ خاطر گذری اور نہایت تلخ و ترش لہجے میں اس نے کہا کہ ''تراشرم از محاسنِ سفید نیست کہ سودائے عشق بازی چوں من جوانے در سَر داری؟'' مولوی اس طعنے کی تاب نہ لا سکا اور اس ''وحشی غزال'' کو رام کرنے کے لیے داڑھی مونڈھی، زنّار پہنا اور ''لباسِ برہمناں'' اختیار کر کے ایک مندر کے پجاری کا چیلا بن بیٹھا۔ اس پنڈت کی شبانہ روز اس طرح خدمت کی اور ''تحصیلِ علوم ہندوی نمودہ'' کہ ''جمیع فنون و کمال آں مسلک آمد''۔ اس سے خوش ہو کر گرو نے اسے اپنا ''نائب مناب'' بنا دیا اور جب کچھ عرصے کے بعد وہ مرضِ موت میں گرفتار ہوا تو وصیت کی کہ میرے بعد افضل کو گرو تسلیم کیا جائے۔ رفتہ رفتہ مولوی کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور اس کا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا گیا۔ وہاں کی یہ رسم تھی کہ سال میں ایک بار عورتیں اس بت خانے کی زیارت کو آتی تھیں اور کثرت سے نذر و نیاز پیش کرتی تھیں۔ اتفاق سے اُس روز جب رسمِ موعود کے مطابق عورتیں نذر و نیاز کے لیے آئیں اور یکے بعد دیگرے

++ پہلے محمود شیرانی نے کیا تھا (دیکھیے ''پنجاب میں اُردو''، ۱۹۲۸ء ایڈیشن)۔

آ کر گرو کے قدموں میں قدم بوس ہوئیں تو مولانا کی محبوبہ بھی اس جمِ غفیر میں شامل تھی۔ جوں ہی وہ قدم بوسی کے لیے آگے بڑھی، ''مولانا دستِ اُورا بہ شوق و شغفِ تمام بدست گرفتہ بچشمِ خود مالید'' اور کہا، ''مرا می شناسی؟'' جب اس شوخ نے آنکھیں اٹھائیں اور شناخت کرلیا کہ یہ وہی ''مفتون'' ہے جوگرو کے روپ میں یہاں بیٹھا ہے تو کچھ عرصے کے لیے مبہوت اور ''ورطۂ حیرت'' میں رہ کر بالآخر اس نے اقرار کیا کہ ''برائے خاطرِ چوں منِ ناکس ایں ہمہ تصدیع و تعب کشیدہ اید؟ دیگر ہر چہ درآں رضائے شماست، رضائے ماست''۔ اس کے بعد وہ عورت مشرف بہ اسلام ہو جاتی ہے۔ دونوں ''بہ دیارِ خود'' مراجعت کرتے ہیں اور عرصے تک زندگی ساتھ بسر کرتے ہیں۔ افضلؔ کی وفات کے بارے میں والہؔ کا بیان ہے کہ ''در سنہ ۱۰۳۵ھ بہ ریاضِ رضوان شتافت''۔ افضلؔ کے ''چند بیت از اشعارِ عاشقانہ'' جو والہؔ نے نقل کیے ہیں، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پے بہ کجا برد کسے طائرِ شب پریدہ را

ولہ

غمت ہر دم بدلہائے شکستہ
بود چوں سنگ بر پائے شکستہ
بر شکم از شکستِ دل خبردار
تراود مے زمینائے شکستہ

ان اشعار کے بعد والہؔ نے افضلؔ کی یہ رباعی درج کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ رباعی ''در آشوبِ عشق و شورِ جنوں گفتہ است'':

با زلفِ تو تودہ ہائے عنبر چہ کنم
با خالِ تو مشکہائے اذفر چہ کنم
تو کافر و زلف کافر و دل کافر
من نیم مسلماں، بہ سہ کافر چہ کنم

اسی ''نیم مسلماں'' کا اندازِ کافری اردو تاریخِ شعر کی سب سے رنگین داستان ہے۔

والہ کی فراہم کردہ معلومات سے افضل کی شخصیت اور حالات کی بہت سی گتھیاں کھل جاتی ہیں۔ اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ افضل نواحِ دہلی یعنی پانی پت کے رہنے والے تھے۔ ان کی ''بکٹ کہانی'' کی زبان اس بات کی غمازِ ہے کہ شاعر کا تعلق کھڑی بولی یا اس سے ملحقہ علاقے سے ہے۔ اس طرح قائم کا یہ قول کہ وہ ''از سکانِ دیارِ مشرق'' تھے بامعنی طور پر غلط ہو جاتا ہے۔ بامعنی طور پر اس لیے کہ اگر افضل، جو عہدِ اکبری اور عہدِ جہاں گیری میں موجود تھے، ''از سکانِ دیارِ مشرق'' ہوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح وہ اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے، نہ کہ کھڑی بولی میں۔ افضل کی جھنجھانہ (ضلع میرٹھ) سے وابستگی کی روایت اسپرنگر سے چلی ہے۔ معلوم نہیں کہ اسپرنگر کا اس سلسلے میں ماخذ کیا تھا۔

والہ ہی کے بیانات سے یہ گتھی بھی حل ہو جاتی ہے کہ میر حسن کا یہ قول کہ افضل ''کدام ہندو بچہ، گوپال نامی بود، کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود ''بارہ ماسہ'' عرف ''بکٹ کہانی'' ''گفتہ'' غلط فہمی پر مبنی ہے۔ گوپال کسی ہندو بچے کا نام نہیں، بلکہ خود افضل کا اختیار کردہ نام تھا جب وہ ''بہ لباسِ برہمناں'' متھرا کے مندر میں قیام پذیر تھا۔ ہر چند والہ نے اپنے تفصیلی بیان میں افضل کے گوپال نام کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے، لیکن ''بکٹ کہانی'' کے خاتمے پر یہ شعر اس ''نیم مسلماں'' کے نئے نام کی نشان دہی کرتا ہے:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
گہے افضل گہے گوپال می باش

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ''بکٹ کہانی'' کے مذکورۂ بالا آخری شعر سے قبل جو شعر مختلف نسخوں میں پایا جاتا ہے اس کے پہلے مصرع کا اختلاف نسخ اس طرح ہے:

۱۔ ع : خموش آخر ازیں مشکل کہانی (ن، ۱، ۲)۔
۲۔ ع : خموش احقر ازیں مشکل کہانی (ن، ۴، ۱۰)۔
۳۔ ع : خموش افضل ازیں مشکل کہانی (۱) (ن، ۹، ۷، ۸)۔

ان میں مصرع نمبر ۳ جو سب سے قدیم اور اہم نسخے نمبر ۹ سے نقل ہے افضل تخلص کو پیش کرتا ہے۔ گویا اصل ''بکٹ کہانی'' یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد فارسی کا یہ شعر:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
گہے افضل گہے گوپال می باش

اس واردات کی جانب اشارہ کرتا ہے جب کہ افضل نے گوپال کا پارٹ ادا کیا ہے۔ یہاں گوپال محبوب نہیں ہے بلکہ، افضل ہی کا کرداری نام ہے۔

افضل کی ''بکٹ کہانی'' کے مصرع، ''خموش احقر ازیں مشکل کہانی'' نے محمد ذکی الحق کو ایک زبردست مغالطے میں ڈال دیا ہے اور انھوں نے اسے کسی شاعر کا تخلص تسلیم کرتے ہوئے اپنے مضمون ''چند بارہ ماسہ'' (۲) میں احقر کے بارہ ماسے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس بارہ ماسے کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات، پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ہے اور دوسرا اسٹیٹ لائبریری (کتب خانۂ آصفیہ)، حیدرآباد میں۔ لیکن یہ دونوں نسخے، جیسا کہ ان کے نقل کردہ اقتباسات اور اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے مطالعے سے ظاہر ہے، افضل ہی کی ''بکٹ کہانی'' ہے۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کو نمبر ۱۰ کے نام سے افضل کی موجودہ ''بکٹ کہانی'' کی تہذیب و ترتیب میں استعمال بھی کیا گیا ہے۔

مرتب کردہ ''بکٹ کہانی'' میں اشعار کی کل تعداد ۳۲۵ ہے۔

---

(۱) نسخہ نمبر ۹، ادارۂ ادبیات، سنہ کتابت ۱۲۴۰ھ قدیم ترین ہے۔

(۲) ''ذکر و مطالعہ''، ص ۲۴۹، پٹنہ۔

گریہم بیلی نے بھی اپنی ''تاریخ ادبِ اردو''(۱) میں اس کے مصرعوں کی کل تعداد ۶۰۰ بتائی ہے۔ بیلی نے انگریزی کا لفظ (Lines) استعمال کیا ہے اور اس کی مراد مصرعوں سے ہے۔ ادارۂ ادبیاتِ اردو کی جانب سے شائع کردہ، مختصر ''تاریخِ ادبِ اردو''،(۲) جس میں بیلی سے بہت کافی استفادہ کیا گیا ہے، لفظ (Lines) سے مراد ''اشعار'' لی گئی ہے جو صریحاً غلط ہے، اس لیے کہ ''بکٹ کہانی'' کا اس ضخامت کا کوئی نسخہ تا حال دریافت نہیں ہوا ہے۔

صنفِ بارہ ماسہ

افضلؔ کی ''بکٹ کہانی'' کو قائمؔ نے ''مثنوی'' کہا ہے۔ میر حسن نے ''بارہ ماسہ عرف بکٹ کہانی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسپرنگر نے ''نظم ...... جس کا نام بکٹ کہانی ہے'' لکھا ہے۔ محمد ابراہیم خاں خلیلؔ نے میر حسن کے تتبع میں اپنے تذکرے ''گلزارِ ابراہیم'' میں ''بارہ ماسہ مشہور بیکٹھ کہانی'' تحریر کیا ہے۔ عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے صرف ''بکٹ کہانی'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسٹیٹ لائبریری (کتب خانۂ آصفیہ)، حیدر آباد کے نسخے (نسخہ نمبر ۱۰) میں گجراتی زبان کے انداز پر کاتب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے تحت اس کا نام ''بارہ ماسی'' درج کیا ہے۔

لیکن افضلؔ کی نظم کا اصل نام ''بکٹ کہانی'' ہی ہے، جو مثنوی کے انداز میں بحرِ ہزج مسدس محذوف الآخر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ہے۔ بعض اشعار بحرِ ہزج مسدس مقصور الآخر میں بھی ہیں۔ گریہم بیلی کا یہ خیال غلط ہے کہ اس کی بحر ہندی شاعری کی ہے(۱)۔ تاہم یہ ہندی روایتِ شعر میں ڈوبی ہوئی ہے اور مثنوی کی طرز اور بحر میں ہونے کے باوجود

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ہیری ٹیج آف انڈیا سیریز)، ۱۹۳۲ء، لندن، ص ۴۲۔

(۲) ''تاریخ ادبِ اردو'' (مرتبہ: ادارۂ ادبیاتِ اردو)، ص ۷۰۔

ہیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے ابتدائی اور درمیانی دور کی مقبولِ عام صنفِ سخن ''بارہ ماسہ'' میں ہے۔ یہ بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں۔ راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ہند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رہی ہے۔ اس کا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے ''پربندکاویہ'' (طویل نظموں) کے ''رِتُ ورنن'' سے ہوا ہے۔ اس ''رِتُ ورنن'' میں عام طور پر چھے موسموں کا ذکر ہوتا ہے۔ کالی داس کی ''رِتُ سنگھار'' اس کا اعلیٰ نمونہ ہے، جو بالذات ایک نظم ہے۔ ہندی ادب کے ''ویرگاتھا کال'' کے اکثر ''راسو'' میں ''رِتُ ورنن'' کا اہتمام ملتا ہے۔ یہی ''رِتُ ورنن'' اپنی ماہ بہ ماہ تفصیلات میں جاکر ''بارہ ماسہ'' بن جاتا ہے جس میں عام طور پر ایک فراق زدہ ''پتنی'' اپنے ''پتی'' کی یاد میں تڑپتی ہے اور اس کے جذبات میں اتار چڑھاؤ خارج کے بدلتے ہوئے موسموں کے زیرِ اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح کہ داخلیت خارجیت سے ایک شاعرانہ پیرایۂ زبان میں مربوط ہو جاتی ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ ''بارہ ماسہ''، ''رِتُ ورنن'' کی ایک رو بہ تنزل ہیئت ہے۔ رو بہ تنزل اس لیے کہ ہندوستان کے موسم کی تفصیلات، چار یا چھے رتوں میں تو پیش کی جا سکتی ہیں لیکن، انھیں بارہ کی تعداد میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے بارہ ماسہ میں غیر ضروری تکرار آ جاتی ہے اور وہ تنوع، خارج یا باطن میں، قایم نہیں رہتا جس کے ذریعہ کہ دونوں کو ہم آہنگ کیا جا سکے۔ مثلاً سردی کے تین مہینے، ماگھ، پوس اور اگہن کو لیجیے کہ موسمِ سرما کے اثرات میں، ان تینوں مہینوں میں اس قدر تفاوت نہیں پایا جاتا کہ علاحدہ علاحدہ کیفیات کے ترجمان بنائے جا سکیں۔ چنانچہ افضل کی برہنی کی جو کیفیاتِ جسمانی و ذہنی پوس میں ہیں وہی اگہن میں ہیں۔ یعنی ''دیہہ کی تھرتھری'' میں وہ پیا کی

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ہیری ٹیج آف انڈیا سیریز)، لندن، ۱۹۳۲ء، ص۴۲۔

دوئی کو ڈھونڈتی ہے۔ چاروں طرف سردی ہے لیکن اس کا ''مَن'' برہ کے ''غم سوں جلتا رہے گا''۔ جو کیفیت اگہن میں ہے وہی کم وبیش ماگھ میں ہے۔ بلکہ اس دقت کی وجہ سے افضلؔ اکثر مہینوں میں خارجی عناصر کی مصوری بالکل نہیں کرتا اور ان مہینوں کو برہنی کے نالہ وشیون یا داخلی واردات اور خود کلامی سے پُر کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اصل مہینوں یعنی پھاگن، ساون بھادوں میں برہنی کے جذبات کی ترجمانی ان کے خارج سے ہم آہنگ کر کے کرتا ہے تو فطرت اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ اس کے کلام میں لہلہا اٹھتی ہے، اور اسی نسبت سے برہنی کے دل کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔

صنفِ بارہ ماسہ کی سب سے اچھی تعریف عبداللہ انصاری کے الفاظ میں یہ کی جاسکتی ہے کہ یہ ''زنانی، پیاری'' بولی میں ''سوزِ نہانی'' کا ایسا تذکرہ ہوتا ہے، ع: ''جسے سن کر ہو دل میں بے قراری''۔ چونکہ ہندی شاعری کی روایت کے مطابق تخاطب عورت کی جانب سے ہوتا ہے اس لیے اس میں صنفِ نازک کا دل اپنی تمام حرماں نصیبیوں، امنگوں، پیار، جلن اور جلاپے کے ساتھ دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں مرد کی مسلسل بے وفائی اور عورت کی ازلی وفا کا ذکر ہوتا ہے، وہ عورت جو ہندوستان کی مہکار اور پیار میں پلی ہے، جس کا پتی اس کا دیوتا ہے اور یہ اس کا پیدائشی حق ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتا کے چرنوں میں سرسبز رہے۔

افضلؔ کو بارہ ماسہ کی ایک قدیم وطویل روایت ملی تھی۔ لیکن اس کے قریب ترین ہندی کا سب سے مشہور، ملک محمد جائسی کا بارہ ماسہ تھا جو اس کی معرکتہ الآرا تصنیف ''پدماوت'' کا ایک کھنڈ ہے۔ یہ بارہ ماسہ افضلؔ سے سو برس پہلے تصنیف کیا گیا تھا۔ ناگ متی، چتوڑ کے راجہ رتن سین کی رانی ہے۔ جب رتن سین پدماوتی کے عشق میں گرفتار ہو کر جوگی کا بھیس لے کر سنگل دیپ جاتا ہے تو ناگ متی اپنے پتی کے فراق میں تڑپتی ہے۔ اس کی اس فراق زدہ کیفیات کی ترجمانی ملک محمد جائسی نے ''ناگ متی وِیوگ کھنڈ'' میں بارہ

ماسہ کی شکل میں کی ہے۔ ''پدماوت'' کا یہ کھنڈ اس کی جان ہے اور اس لحاظ سے یہ ہر دور میں قبولیتِ عام رکھتا رہا ہے۔ جائسی اور افضلؔ دونوں کے بارہ ماسوں میں ایک گہری معنوی اور جذباتی مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں صوفی ہیں اور دونوں ''پریم مارگی'' ہیں۔ پریم کی راہ بڑی بکٹ (مشکل، ٹیڑھی) ہوتی ہے۔ ''پدماوت'' کا قصہ بیک وقت مجاز اور حقیقت کی دوہری سطحات پر چلتا ہے۔ افضلؔ بھی صوفی تھے لیکن انھوں نے پریم کا کھیل مجاز کی سطح پر اس انداز سے کھیلا تھا کہ اردو شعر کی تاریخ میں اس سے زیادہ رنگین داستان اور کہیں نہیں ملتی۔ بارہ ماسہ کے آخری شعر:

بیادِ دلربا خوش حال می باش

کہے افضلؔ گہے گوپال می باش

سے یہ صاف ظاہر ہے کہ افضلؔ نے اپنا بارہ ماسہ عشق کا یہ رنگین ناٹک کھیلنے کے بعد ہی لکھا ہے، جس کی یاد اب ان کی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ بن چکی ہے۔ بارہ ماسہ میں وہ درحقیقت اپنی محبوبہ کا کردار ادا کر رہے ہیں، ہر چند والہ داغستانی کی شہادت کے مطابق ''آں لیلیٰ وش جفا کار'' اس ناٹک کے انجام تک ہمیشہ تلخ گفتاری اور ''جوابِ ترش'' سے پیش آتی رہی تھی۔ افضلؔ نے دراصل اپنی واردات کو ''حدیثِ دیگراں'' بلکہ ''سرِّ دلبراں'' میں پیش کیا ہے۔ عبداللہ انصاری کی اس تعبیر وتشریح کے باوجود کہ ''بکٹ کہانی'' راہِ معرفت کا ایک انداز ہے، افضلؔ کی کہانی سرتاسر رام کہانی ہے اور اس میں حضرت جامی کے اقتباسات سے قطع نظر کہیں بھی ''حقیقت'' کی سطح قایم نہیں ہونے پاتی۔ یہ ایک برہنی کی کہانی اسی کی زبانی ہے جس میں مجاز کی تڑپ اور ''جسم کی مایوس پکار'' مکمل طور پر نمایاں ہے۔ یہ آپ بیتی ہے، یہ جگ بیتی ہے، اسے کسی استعارے یا تمثیلی حجاب کی ضرورت نہیں۔ یہ افضلؔ کی داستانِ عشق ہے، یہ ''گوپال'' کی پریم کہانی ہے۔

اسلوبِ شعر

اسلوبِ شعر کے نقطۂ نظر سے ''بکٹ کہانی'' اُس عہد کی ریختہ گوئی کا مکمل نقش ہے۔ افضل نے اپنی نظم کی ہیئت ہندی ادبیات سے لی ہے لیکن اس کی زبان اور اسلوب کا ماخذ امیر خسرو کی قایم کردہ وہ روایتِ ریختہ گوئی تھی، جو بقولِ میر، کبھی ایک مصرع فارسی اور ایک مصرع ہندی کی شکل میں نمودار ہوتی تھی، اور کبھی آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع ہندی سے آمیختہ ہوتی تھی۔ کبھی یہ لغاتِ ہندی و فارسی کی پیوندکاری کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ یہ پیوندکاری صوتیات کی سطح سے لے کر صرف و نحو ہر جگہ پائی جاتی تھی۔ فارسی کے سابقوں اور لاحقوں کا ہندی الفاظ کے ساتھ بلا تکلف اختلاط، فارسی مصادر کا ہندی قواعد کے سانچوں میں ڈھالنا، فقروں کے دروبست میں فارسی جملے کی ترکیبِ نحوی کا استعمال، غرض کہ اس کی ایک سے زائد شکلیں ملتی ہیں۔ امیر خسرو کے بعد اس ریختہ گوئی کا مرکزِ ثقل دکن منتقل ہو جاتا ہے، چنانچہ میر کا یہ خیال کہ ''ریختہ از دکن است'' ایک لحاظ سے صحیح ہے۔ شمالی ہند میں افضل سے قبل، امیر خسرو سے منسوب ہندی کلام اور ریختوں کے علاوہ، کوئی دوسرا لائقِ اعتناء ادبی نقش نہیں ملتا۔ چوں کہ امیر خسرو کی ریختہ گوئی کے مستند نمونے ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں، اس لیے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ شمالی ہند کا پہلا مستند اردو شاعر، افضل ہی ہے، جس نے اپنی ''بکٹ کہانی'' سنہ ۱۶۲۵ء سے قبل مکمل کر لی تھی۔ افضل، دکن کے شعرا محمد قلی قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابراہیم عادل شاہ ثانی اور اس کے درباری شاعر عبدل کا ہم عصر تھا۔ اس لیے اس کا شمار اردو کے قدیم ترین شعرا کی صف میں کیا جائے گا۔

تاریخی نقطۂ نظر سے یہ عام خیال بالکل غلط ہے کہ ولی کی آمد سے قبل شمالی ہند میں اردو شعر گوئی مفقود تھی۔ محمود شیرانی نے اپنی تحریروں میں شمال کے ایک سے زائد ایسے شعرا کی نشان دہی کی ہے (۱) جنھوں نے ولی سے قبل اردو شعر گوئی کی جانب توجہ کی تھی۔ ''افضل'' ان میں بلا مبالغہ سب سے

افضل ہے۔ شاہانِ مغلیہ کی کم توجہی کے باعث افضلؔ اور اس کے ساتھی، تمام کے تمام درباری سرپرستی سے محروم رہے۔ فارسی اور برج بھاشا کو دربارِ مغلیہ کی تائید حاصل رہی، اس لیے ان کی موجودگی میں ''ریختہ'' کا چراغ شمال میں صرف ٹمٹماتا رہا، جب کہ دکن میں اس ''ریختہ'' نے بہت جلد ریختہ زبان کے مراحل طے کر کے اپنا ایک مخصوص لہجہ، فرہنگ اور رنگ و آہنگ پیدا کرلیا، جس کے بہترین نمونے قطب شاہ، وجہیؔ، غواصیؔ، ابنِ نشاطیؔ، نصرتیؔ وغیرہ کی تحریروں میں مل جاتے ہیں۔

جہاں تک افضلؔ کی ''بکٹ کہانی'' کی شعریت کا تعلق ہے، میر حسن کا یہ قول کہ ''بردل ہا اثر می کند'' لفظ بلفظ صحیح ہے۔ والہ داغستانی کی یہ شہادت کہ ''شعرِ ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت'' افضلؔ کے فارسی اور ہندی شاعرانہ قد و قامت کا تعین کرتی ہے۔ افضلؔ کے کلام میں اس کا دل گداختہ ملتا ہے۔ عشق کا چٹیلا پن اور برہ کی چٹیک ملتی ہے۔ ''بکٹ کہانی'' کے بہترین حصوں میں (ماہ ساون، بھادو، پھاگن) خارجیت اور داخلیت کا وہ ربط و آہنگ ملتا ہے جو بارہ ماسہ کی جان ہوتا ہے۔ پریم کے بکٹ راستے کی تمام تر واردات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ یہاں ''نینوں کی برکھا'' ہے، فراق سے ''سینہ جرتا'' ہے، ''کویل کی کوک'' ''تمامی تن بدن میں آگ'' لگا دیتی ہے۔ ''سکھیوں'' کے آنند پر رشک آتا ہے۔ عورت کا اندیشۂ دور دراز کسی اور کے ''ٹونے چلانے'' تک پہنچتا ہے۔ غرض کہ ساری واردات گھریلو لہجے، ڈرامائی طرز اور ایک خود کلامی کے انداز میں پیش کی گئی ہے۔ یہ شاعری نہیں فنکارانہ چیخ ہے جس کے تیکھے بول تیر بن کر دل میں اتر جاتے ہیں۔ اردو شاعری میں یہ پُرکار سادگی افضلؔ کے بعد صرف حالیؔ

---

(۱) دیکھیے ''پنجاب میں اردو'' اور ''ہریانی میں تالیفات''، اورینٹل کالج میگزین، لاہور (نومبر ۱۹۳۱ء اور فروری ۱۹۳۲ء)۔

کی ''مناجاتِ بیوہ'' یا عظمت اللہ خاں کے بعض گیتوں میں ملتی ہے۔

''بکٹ کہانی'' میں فارسی اشعار کا جابجا چھینٹا نظم کی روانی میں بلاشبہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ لیکن افضلؔ کے عہد کی زبان اور مذاقِ شعری کو پیشِ نظر رکھ کر اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسلوب ریختہ گوئی کا ایک ضروری جزو تھا۔ مزید برآں افضلؔ فارسی کے بھی باکمال شاعر تھے (۱) اس لیے وہ دونوں زبانوں کے سِروں کو لے کر کامیابی کے ساتھ بیک وقت چل سکتے تھے۔ افضلؔ کے فارسی اشعار میں بھی ایک روانی اور سوز ہے۔ زبان کا یہ آمیختہ اسلوب نہ صرف ''گاینان'' میں مقبول تھا بلکہ کھتریوں اور کائستھوں کی گھریلو اور ادبی زبان کا بھی ایک عام انداز تھا۔

اردو تاریخِ شعر میں افضلؔ کی شاعرانہ حیثیت مسلّم ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز تک اہلِ دل میں اس کے کلام کی تاثیر کا چرچا رہا ہے۔ اس کی ''بکٹ کہانی'' شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ ہے جس کی موجودگی میں تاریخِ ادبِ اردو کا یہ مفروضہ غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ شمال میں اردو کی شمعِ شعر ولیؔ نے روشن کی تھی۔ وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ، وجہیؔ، اور غواصیؔ کا ہم عصر تھا۔ اس لحاظ سے وہ شمال میں اردوئے قدیم کا چراغ عین اس وقت جلائے ہوئے تھا جب دکن میں یہ زبان ایک ادبی دور میں داخل ہو رہی تھی۔ وہ دورِ اکبری کی پیداوار تھا اس لیے کیا زبان، کیا بیان، کیا عمل اور کیا خیال ہر اعتبار سے وہ ازمنۂ وسطیٰ کے ترکیبی تمدن اور ''ہندُ لمانی'' روحِ عصر کا ترجمان کہا جا سکتا ہے۔

---

(۱) افضلؔ کی فارسی گوئی کی شہادت محمد قدرت اللہ نے اپنے تذکرے ''نتائج الافکار'' میں دی ہے جو سرتاسر والہؔ کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے۔ والہؔ کے تذکرے کا ذکر قدرت اللہ نے دیباچے میں کیا ہے۔ قدرت اللہ کے الفاظ یہ ہیں: ''پیرایۂ بلند فکرتی افضل پانی پتی کہ شاعریست فصاحت شعار و سخنوریست بلاغت آثار در اوسط مائۃ ثانی عشر (۱۲۰۰) جہانِ گزران را گذاشتہ''۔ قدرت اللہ کا شعرائے فارسی پر مشتمل یہ تذکرہ ''خاضع'' نے بمبئی سے شائع کیا ہے۔

زبان

''بکٹ کہانی'' کی زبان عہدِ اکبری کی کھڑی بولی کا وہ روپ ہے جو دہلی اور اس کے نواح سے نکل کر برج، اودھی اور ہریانی کے علاقوں میں رائج ہو چکا تھا۔ مولفِ ''پنجاب میں اردو''(۱) نے لکھا ہے کہ ''اس کی زبان دکنی سے مختلف ہے اور صاف ہے''۔ لسانیاتی اعتبار سے افضل کی زبان کو جدید اردو سے قریب تر ہونا بھی چاہیے۔ دکھنی اردو تیرھویں اور چودھویں صدی کی ''زبانِ دہلوی'' ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی روایت سے لدی پھندی ہے اور دوسری جانب جس کی اساس کھڑی بولی کے مقابلے میں جمنا پار کی ہریانی اور میواتی (راجستھان کی بولی) بولیوں پر قایم ہے۔ دہلی اور اس کے نواح میں زبان کا یہ کینڈا پندرھویں صدی کے وسط تک رہا۔ سنہ ۱۴۵۰ء کے قریب جب آگرہ دارالسلطنت قرار پاتا ہے تو لسانی مرکزِ ثقل ہریانی اور کھڑی کے علاقے سے برج بھاشا کے علاقے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ افضل کا تعلق والہ کی شہادت کے مطابق پانی پت سے تھا جو ہریانی کے علاقے میں واقع ہے، لیکن افضل کی زبان ہریانی کے اس قدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جس قدر کہ اس عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ کھڑی بولی عہدِ اکبری میں برج بھاشا کے زیر اثر ایک ایسی لسانی کروٹ لے چکی تھی جس نے اسے جدید بنا دیا تھا۔ افضل کی ''بکٹ کہانی'' اس جدید اردو کا پہلا ادبی و لسانی نقش ہے۔ مجموعی طور پر افضل کی زبان سورداس کی برج بھاشا اور کبیر داس کی سدھکڑی ملی جلی زبان کے برعکس کھڑی بولی کی وہ ترقی یافتہ شکل ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی اثرات کھو چکی تھی اور دوسری طرف جمنا پار کر کے موجودہ اتر پردیش کے دوآبہ

---

(۱) ص ۲۱۲۔

کے بالائی حصے میں قدم رکھ چکی تھی۔ لیکن ''بکٹ کہانی'' کی زبان پر فارسی کے علاوہ برج بھاشا کے اثرات واضح ہیں، کیوں کہ برج بھاشا پندرھویں اور سولھویں صدی میں ادبی زبان کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی اور کرشن بھگتی کی زبان تھی۔ مزید یہ کہ افضل کو متھرا کے ہندو ماحول کا بھرپور تجربہ تھا اس لیے اس کے بعض اثرات کا آ جانا ناگزیر تھا۔ افضل کی زبان پر بارہ ماسہ کے اسلوب اور اس سے مختص زبان کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ افضل کے علاقے کی ہریانی بولی، بارہ ماسہ کی زبان پر اثر انداز نہیں ہو سکی۔ یہاں اس لسانیاتی حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ہے کہ بولیوں کی کثرت کے درمیان ادبی زبان اور اس کے اسالیب کے چوکھٹے میں مصنفین کا گرفتار ہو جانا ایک ضروری امر ہے۔ جس طرح عہدِ جدید کا شاعر جب گیت لکھتا ہے تو ایک مخصوص زبان کا استعمال کرتا ہے اور غزل لکھتے وقت اس کا اسلوب اور فرہنگ دونوں بدل جاتے ہیں، اسی طرح چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی تک برج آمیز زبان کا استعمال بعض اسالیبِ شعر کے لیے مخصوص ہو چکا تھا۔ قطعِ نظر اس کے کہ شاعر کس علاقے کا رہنے والا ہے، وہاں کی بولی کیا ہے، وہ بلا دریغ برج بھاشا اور اس کی روایتِ شعر کا پابند ہو کر لکھتا تھا۔ اس لیے افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ہے بلکہ اس اردو سے ہے جو آگرے کے بازاروں میں بولی جاتی تھی اور جو شعر کا پیکر اختیار کرنے سے قبل برج بھاشا کے رنگ و آہنگ کو قدرے قبول کر لیتی تھی۔ افضل کی لسانیاتی روایت تا حال اردو کے گیتوں میں قایم ہے۔ اس قدر ضرور ہے کہ ریختہ کا اسلوب اب متروک ہو گیا ہے۔

مذکورۂ بالا تاریخی و لسانیاتی پس منظر میں اگر بارہ ماسہ کی زبان کا جائزہ لیا جائے اور اس کا مقابلہ اس عہد کی دوسری تصنیف ''خالق باری'' مصنفۂ ضیاء الدین خسرو (سنہِ تصنیف ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء) کی زبان سے کیا جائے تو حسبِ ذیل خصوصیات کا تعین ہوتا ہے:

(الف) صوتیاتی:

(۱) بعض الفاظ میں رل ر پر رر کو ترجیح، مثلاً گر (گل، گلا)، کاری (کالی)، سانورا (سانولا)، جرنا (جلنا)، ڈارنا (ڈالنا)۔

(۲) عربی فارسی اصوات کا ہندی تلفظ مثلاً، لرجا (لرزا)، داگ (داغ)۔

(۳) طویل مصوتے ر آ ر کا اضافہ، مثلاً، ہانسی (ہنسی)، پاتی (پتر، خط)۔

(ب) صرفی:

(۱) اسمائے ضمیر: تَیں (تو)، تُمری (تمھاری)، تُمن (تم)، ہَوں (مَیں)، ہَمن (ہم)، کَنھیں (کسی)۔

(۲) ''اں'' کی جمع کی بعض مثالیں: دھوپاں (دھوپ)، سیراں (سیر)۔
عام طور پر جمع ''وں'' سے بنائی گئی ہے۔
''ن'' کی جمع، جو برج بھاشا میں رائج ہے کہیں کہیں ملتی ہے، مثلاً پگن (بجائے پگوں)۔

(۳) افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا کے اثرات نمایاں: بھئی (ہوئی)، رووت، سُلگت، بھرت، مرت، دیکھن، ہنسن، کھیلن۔

(۴) کیتا (کیا)، کینا (کیا)، دینا (دیا)، کی شکلیں بھی مل جاتی ہیں۔
کیتا کی شکل دکنی اردو میں بھی رائج رہی ہے۔

(۵) افعال کے مصادر ''و'' کے اضافے سے بنائے گئے ہیں: آونا، شرماونا۔

(۶) حروف کی بعض قدیم شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر برج بھاشا کی ہیں: سوں، سیں، سیتی، کوں، اجھوں، کِت (کہاں)، مُوں (مِیں)، کہا (کیا)، کہولو (کب تک)، کاں لگ (کہاں تک)، کہوں (کہیں)۔

(۷) پنجابی کا بھی ایک حرف دو بار استعمال کیا گیا ہے: نال (ساتھ)۔

ع : پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب

ع : بجاویں دف پیا کے نال ساری

(ج) نحوی

(۱) ایک آدھ مثال ایسی بھی ملتی ہے کہ اگر اسم مونث جمع ہے تو صفت بھی جمع لائی گئی ہے:

بسایا تخت اوپر ناریاں سب
پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب

ع: بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب

(۲) اسی عہد کی شمالی ہند کی تصنیف ''خالق باری'' کی زبان، افضل کے بارہ ماسہ کی زبان سے بعض لحاظ سے مختلف نظر آتی ہے، مثلاً:

۱۔ ''خالق باری'' میں ''یا'' سے مرکب ماضی کی مثالیں ملتی ہیں مثلاً، ''رہیا، کہیا'' جو ہریانی اور دکنی کی خصوصیت ہے۔ بارہ ماسہ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

۲۔ ''اں'' کی جمع دونوں کے یہاں قلّت کے ساتھ ملتی ہے۔

۳۔ آہے (ہے)، ''خالق باری'' میں کثرت سے ملتا ہے۔ افضل کے یہاں مفقود ہے۔

مجموعی طور پر ''خالق باری'' اور بارہ ماسہ کی زبان میں زیادہ فرق نہیں۔ تاہم ''خالق باری'' کی زبان انفی آوازوں، تخفیفِ حروفِ علت اور فرہنگ کے لحاظ سے دکنی اردو سے قریب تر ہے۔ لیکن یہ فرق اس عہد کے ایک لغت نویس اور شاعر کی زبان کا فرق ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے، شاعر روایت اور فرہنگِ شعر کے تابع رہ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اس لیے اس کی زبان اپنے عہد کی بول چال کی زبان سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔

بکٹ کہانی کے نسخے

افضل کی ''بکٹ کہانی'' کا موجودہ متن دس قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ ان میں سے صرف تین نسخوں پر سنہِ کتابت درج ہے۔ اس

اعتبار سے قدیم ترین نسخہ ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد کا ہے جس کا سنہِ کتابت ۱۲۴۰ھ ہے اور جو موجودہ متن کے سلسلے میں نمبر ۹ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) کی ملکیت ہے۔ اس پر سنہ ۱۲۴۵ھ تاریخِ کتابت درج ہے اور یہ موجودہ متن کے سلسلے کا نمبر ا ہے۔ تیسرا نسخہ نمبر ۴ ہے جس کا سنہِ کتابت ۱۲۷۹ھ ہے۔ باقی تمام نسخوں کے سنہِ کتابت کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔ اس لحاظ سے ''بکٹ کہانی'' کا قدیم ترین نسخہ افضلؔ کی وفات (۱۶۲۵ء) کے ۱۹۹ برس بعد لکھا گیا ہے۔

نسخہ (نمبر ا): انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر U45-IX ہے۔ کاتب کم سواد ہے۔ بد خط مگر صاف ہے۔ ترقیمہ یہ ہے: ''دست خط عبدالکریم برائے پاسِ خاطرِ خود نوشتیم، ہر کس کہ دعوا کند باطل گردد۔ ۱۲۴۵ ہجری، ماہ ساباں، تاریخ بیست و پنجم، روز شنبہ''۔ کل اشعار کی تعداد ۲۵۱ ہے۔ اس میں کوئی ہندی دوہرہ نہیں۔

نسخہ (نمبر ۲): انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B170(P1243) ہے۔ خطِ شفیعا، صاف ستھرا۔ ترقیمے میں صرف اتنا درج ہے کہ ''تمام شد قصہ بارہ ماسہ، بکٹ کہانی، روز چہار شنبہ''۔ کل اشعار کی تعداد ۲۶۷ ہے۔ کوئی دوہرہ اس میں موجود نہیں ہے۔

نسخہ (نمبر ۳): انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B189(P1244) صاف ستھرا لکھا ہے۔ جا بجا ہندی دوہے کثیر تعداد میں درج ہیں۔ ترقیمے میں سوائے ''تمت تمام شد'' کے اور کچھ نہیں لکھا ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۸۵ ہے جن میں سے ۱۴ مکرر درج ہیں۔ ان کے علاوہ متفرق دوہرے اور فارسی اور اردو کے اشعار کثرت سے ہیں۔

نسخہ (نمبر ۴): یہ نسخہ پٹنہ یونیورسٹی میں ہے۔ اس کا نمبر 115 ہے، جسے ڈاکٹر سید محمد صدرالدین فضا نے اپنی تالیف ''حضرت شاہ آیت اللہ جوہری، ان کی حیات اور شاعری'' میں مکمل شائع کر دیا ہے۔ یہ نسخہ دکن

میں لکھا گیا ہے جسے پٹنہ یونیورسٹی نے حاصل کرلیا ہے، ترقیمے میں یہ عبارت ہے:

''تمت تمام شد، روز چہار شنبہ، بوقت دو پہر۔ تمام شد، ماہ شوال ۲۵، سنہ ۱۲۷۹ھ۔ کاتب الحروف میر قطب الدین عرف میر صدرالدین غفرلہٗ بن حیدر علی در مقام سکندر آباد''۔

اشعار کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ ۵۶ اشعار (فردیات اور دوہرے) اس کے علاوہ ہیں۔

نسخہ (نمبر ۵): یہ ایک بیاض کی شکل میں ہے، مملوکۂ قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ)۔ اسے بھی ڈاکٹر صدرالدین فضا نے اپنی تالیفِ مذکورہ بالا میں شامل کر دیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس میں کل ۱۸۹ اشعار ہیں۔ فردیات یا دوہرے وغیرہ نہیں ہیں۔ ترقیمہ کوئی نہیں۔ ڈاکٹر فضا کا خیال ہے کہ یہ نقل سو سال سے زائد کی نہیں (دیکھیے ص ۱۹۱، تالیفِ مذکور)۔

نسخہ (نمبر ۶): یہ رضا لائبریری، رام پور (یو۔ پی) کے نسخے کی نقل ہے، جو سکریٹری انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی وساطت سے حاصل ہوئی ہے۔ اس میں ترقیمہ کوئی نہیں۔ ابتدا میں صرف اتنا لکھا ہے، ''بکٹ کہانی از محمد افضل کالپی''۔ اشعار کی تعداد ۲۶۷ ہے۔ دوہرے یا فردیات مطلق نہیں۔

نسخہ (نمبر ۷): سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے، نمبر ۱۱ تصوف۔ سائز (۵×۸/۴)، صفحہ ۲۴، سطر ۱۳، خط نستعلیق۔ خاتمے کے چند اصل اوراق غیر موجود ہونے کی وجہ سے آغا حیدر حسن نے بروز چہار شنبہ، ۱۴، جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ میں کسی قدیم نسخے سے تکملہ کیا ہے۔ نسخہ اکثر جگہ غلط ہے اور اکثر الفاظ دکنی تلفظ کے مطابق لکھے گئے ہیں جس سے اس کا دکن میں لکھا جانا ثابت ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۴۹۔ آغا حیدر حسن کے اضافہ کردہ اشعار کی تعداد ۵۴ ہے۔ اس طرح کل تعداد ۳۰۳ ہو جاتی ہے۔

نسخہ (نمبر ۸): یہ بھی سالار جنگ لائبریری کی ملکیت ہے، نمبر

۱۰ تصوف۔ سائز (۵×۹)، صفحہ (۲۶)، سطر (۱۱)، خط نستعلیق۔ تاریخِ کتابت ندارد۔ نسخہ نمبر ۷ سے خاصا مختلف ہے۔ لیکن اس کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے۔ اس میں کل اشعار کی تعداد ۲۸۹ ہے۔ آخر میں فارسی کے ۲۷ اشعار نسخہ نمبر ۷ سے زیادہ درج ہیں جو اور کسی نسخے میں بھی نہیں ملتے، اس لیے اصل متن میں شامل نہیں کیے گئے ہیں۔

نسخہ (نمبر ۹): ادارۂ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ اس پر ''سنہ ۱۲۴۰ھ یومِ جمعہ'' (مطابق سنہ ۱۸۲۴ء) تاریخِ کتابت پڑی ہے۔ چونکہ اس کا کاتب کھڑی بولی کے علاقے ضلع میرٹھ میں گڑھ مکتیشر کا متوطن ہے، اس لیے وہ اس بولی کے تلفظ کی صحت کا التزام رکھتا ہے۔ یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ سب سے مستند بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں دوہرے وغیرہ مطلق نہیں ملتے۔ شاعر اپنے تخلص افضلؔ کو دو جگہ استعمال کرتا ہے، آخری شعر اور اس سے پہلے شعر میں۔

نسخہ (نمبر ۱۰): اسٹیٹ لائبریری، حیدرآباد (کتب خانۂ آصفیہ) میں محفوظ ہے۔ اس کا نمبر ۱۰۷ متفرقات ہے۔ نسخے کی کتابت نہایت معمولی نستعلیق ہے۔ جا بجا کرم خوردہ ہونے کے باعث بعض اشعار نہیں پڑھے جا سکے۔ کل اشعار کی تعداد ۲۵۹ ہے۔ دوہرے اور فردیات سے پاک ہے۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن کے تحت نام ''بارہ ماسی'' سرخ روشنائی میں لکھا ہوا ہے۔ چونکہ گجراتی زبان میں ''بارہ ماسہ'' کو ''بارہ ماسی'' کہا جاتا ہے اس لیے اس کا علاقۂ گجرات میں لکھا جانا قرینِ قیاس ہے۔ اس نسخے میں ترقیمہ نہیں ہے۔

نسخۂ مطبوعہ (م): اگست ۱۸۹۷ء میں ایک کتاب ''مجموعۂ تصوف'' کے نام سے نول کشور پریس، کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے مولف شیخ برہان تھے۔ اس میں تصوف سے متعلق متفرق رسالے نظم و نثر کے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک ''بکٹ کہانی'' والا بارہ ماسہ بھی ہے۔ خاتمے

پر مولف نے لکھا ہے:

''یہ کتاب لا جواب پسند ہے پیر و شاب لا خوف الموسوم، یہ مجموعۂ تصوف بحرِ عرفان برائے افادۂ رہرو سالکاں جو کہ انتخاب جمع کیا ہوا ذرۂ بے مقدار خاکسار ہیچ مداں خاک پائے مسلماناں و سالکاں بنام شیخ برہان باشندہ حال ملازم پلٹن پانچویں علاقہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ہے۔ اس خاکسار کو نہایت شوق راہِ طریقت کی ہے، سو نہایت محنت و مشقت سے یہ چند رسالے جمع کیے..''

یہ نسخہ نہایت غلط چھپا ہے۔ اشعار کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ بہت سے اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں صرف ایک دوہرہ ہے۔

نسخۂ مطبوعہ (ش): یہ وہ منتخب اشعار ہیں جو محمود شیرانی نے اپنے قلمی نسخے سے انتخاب کر کے ''پنجاب میں اردو'' میں شامل کر دیے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے شیرانی کلکشن میں راقم کی نظر سے ایک سے زائد مکمل و ناقص نسخے فروری ۱۹۶۵ء کے سفرِ لاہور میں گزرے تھے۔ لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ (نمبر ۱۴۰۹) مکمل ہے اور ''پنجاب میں اردو'' میں شیرانی نے اسی نسخے کا انتخاب دیا ہے۔ اس کے ساتھ ''بارہ ماسہ''، تصنیفِ کرپارام'' بھی منسلک ہے جس کی زبان برج بھاشا ہے۔ دوسرا، بیاضِ ریختہ نمبر ۵۲۱ میں درج ہے۔ تیسرا نسخہ جو نہایت خراب خط میں ہے دیگر پانچ رسالوں کے ساتھ نمبر ۲۲۴۶ ہے۔

''بکٹ کہانی'' کے متن کی تصحیح اور تعین کرتے وقت مرتبین کو بعض لسانی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کا اظہار یہاں ضروری ہے۔ چوں کہ اس کے ایک سے زائد نسخے موجود ہیں اور یہ تمام شمال تا دکن مختلف علاقوں اور کاتبوں کے لکھے ہوئے ہیں اس لیے ایک ہی لفظ کی مختلف بولیوں (دکنی، برج بھاشا، کھڑی، ہریانی) کے زیرِ اثر مختلف شکلیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً نسخہ نمبر ۹

میں (جس کا کاتب ضلع میرٹھ کا رہنے والا ہے)، (مُوں) کو (مِیں)، (سیں، سوں) کو (سے)، (چھانڈ، چھاڈ) کو (چھاڑ)، (گرے) کو (گلے) وغیرہ لکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس دکن میں لکھے ہوئے نسخے نمبر ۲ میں بعض تحریفات دکنی اردو کے تلفظ اور قواعد کے مطابق کر لی گئی ہیں۔ مثلاً (وں) کی جمع کے بجائے (اں) کی جمع بنا دی گئی ہے۔ (باتاں) بجائے (باتیں) وغیرہ۔ مختلف بولیوں کی اس آنکھ مچولی میں افضلؔ کے صحیح متن کا تعین خاصا پریشان کن رہا ہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ افضلؔ اپنے وطن پانی پت کی ہریانی بولی سے بہت کم متاثر نظر آتا ہے۔ لہٰذا ''بکٹ کہانی'' کے متن کا تعین کرتے وقت نہ صرف اختلافِ نسخ بلکہ اس عہد کی بولیوں کے نازک اختلافات پر بھی نظر رکھی گئی ہے۔ مجموعی طور پر یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ اسمائے ضمیر اور حروف کے تنوع کے باوجود ''بکٹ کہانی'' میں جدید اردو کے پہلے خط و خال نظر آتے ہیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی وساطت سے مرتبین کو انڈیا آفس لائبریری کے نسخوں کی نقلیں حاصل ہوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور، اور سید بدیع حسینی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے علی الترتیب رام پور اور سالار جنگ میوزیم لائبریری کے نسخوں کی نقول فراہم کیں (۱)

مسعود حسین خاں

حیدرآباد۔
۲۵/اکتوبر ۱۹۶۵ء

○○○

---

(۱) نسخہ جات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ اور (م) کی تفصیلات ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کی تحریر کردہ ہیں۔

بِکٹ کہانی

۱ سنو سکھیو! بِکٹ میری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دِوانی

۲ نہ مجھ کوں بھوک دن، نا نیند راتا(۱)
بِرہ کے درد سوں سینہ پِراتا(۲)

۳ تمامی لوک(۳) مجھ بَوری(۴) کہے ری
خرد گم کردہ، مجنوں ہو رہی ری

۴ نہیں اِس درد کی دارو، کسی کن
بھئے حیراں، سبھی حکمائے ذوفن

۵ ارے جس شخص کوں، یہ دیو لاگا
سیانا(۵) دیکھ اُس کوں، دور بھاگا

۶ ارے! یہ ناگ جس کے ڈنک لاوے(۶)
نہ پاوے گاڑرو،(۷) جیوڑا گنواوے

---

(۱) راتا: رات (۲) پراتا: درد کرنا (۳) لوک: دنیا (۴) باوری: باوَلی (۵) سیانا: جھاڑ پھونک کرنے والا، عامل (۶) ڈنک لانا: ڈسنا، (''ڈس'' اور ''ڈنک'' دونوں سنسکرت کے ''دَنش'' مادہ سے نکلے ہیں اور پرانی اُردو میں ہم معنی ہیں)۔(۷) گاڑرو: سانپ کے زہر کو اتارنے کا منتر یا اتارنے والا، سپیرا۔

۷ ارے! یہ عشق ہے یا کیا بلا ہے

کہ جس کی آگ سے، سب جگ جلا ہے

۸ کہ جس کے اندروں آتش پڑے ری

ارے دن رین سُلگت وہ مرے ری

۹ وہی جانے کہ جس کے تن لگی ہے

برہ کی آگ، تن من موں (۱) دگی (۲) ہے

۱۰ بوائی (۳) کی نہیں جس شخص کوں پیر (۴)

چہ داند دردِ دیگر را ارے بیر (۵)

۱۱ بھئی بَوری برہ بیراگ سیتی (۶)

جرے (۷) جیورا (۸) مرانت آگ سیتی

۱۲ کہیں گھر کے سبھی لوگ اور لُگائی (۹)

تمامی (۱۰) شرم عالم کی گنوائی

۱۳ چہ سازم، چوں کنم، کس کن (۱۱) پکاروں

جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں (۱۲)

---

(۱) موں (برج): میں (۲) دگی (دگدگانا): جلنا، دھکنا (۳) بوائی: ایڑھی کا پھٹ جانا، ایڑھی کا زخم (۴) پیر: درد (۵) بیر: بھائی (۶) سیتی: سے (۷) جرے (جرنا): جلنا (۸) جیورا (جیوڑا): جی (۹) لُگائی: عورت (۱۰) تمامی: تمام، ساری (۱۱) کن (کنے): پاس (۱۲) بچاروں (بچارنا): سوچنا۔

۱۴ به جانم بے دوا آزارِ عشق است
همون داند که او بیمارِ عشق است

۱۵ اگر شاه است هم سرگشتهٔ اوست
و گر باشد گدا پابستهٔ اوست

۱۶ کسے رامی کند رسوائے بازار
کسے رامی نماید بر سرِ دار

۱۷ غلامے را کند شاهِ جوان بخت
شہے را می نماید بنده بر تخت

۱۸ به مسجد، کعبه وادیار(۱)، عشق است
به دار و کوچه و بازار عشق است

۱۹ به عالم هر چه بینی کارِ عشق است
کنون قالوٗ بلیٰ آثارِ عشق است

۲۰ زلیخا را نمود از خانه بیرون
نموده قیس را، دیوانه، مجنون

۲۱ چنیں، چندیں کساں در قیدِ او یند
هزاراں شیرِ شرزه صیدِ او یند

۲۲ مرا از خانماں آواره او ساخت
فقیر و مفلس و بے چاره او ساخت

۲۳ نمود از آشنا بیگانه مارا
چو مجنوں کرد در ویرانه مارا

---

(۱) ادیار: جمع دَیر۔

۲۴ شکیب وصبر از جانم ربودہ
درِ خواری بروئے من کشیدہ

۲۵ گہے دیوانہ گہ ہشیار سازد
گہے از زندگی بیزار سازد

۲۶ نہ دے یک دم مجھے دن رین میں چین
اندھیرے ہو چلے رووت مرے نین

۲۷ پڑا جب عشق کا شہ مجھ اُپر دھائے (۱)
گریزاں گشت ٹھاکر (۲) عقل کا ہائے!

۲۸ جنوں در ملکِ جاں جھنڈا اگڑایا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا (۳) اٹھایا

۲۹ بہ تختِ دل چوشہ مذکور آیا
شگن کو آہ کا دھونسا (۴) بجایا

۳۰ خرد کے گھر میں جا دُھمّس مچائی (۵)
متاعِ صبر و تسکیں سب لٹائی

---

(۱) دھائے (دھانا): حملہ آور ہونا (۲) ٹھاکر: سائیں، مالک (۳) تھانا: چوکی، پہرہ (۴) دھونسا: نقارہ، ڈنکا (۵) دھمس مچانا: کوٹنا، ٹھوکنا، ہنگامہ کرنا (محمود شیرانی نے اس لفظ کو ''دھومش'' پڑھا ہے اور پھر اس کی تشریح یہ کی ہے: ''لفظ دھوم ہندی ہے اس پر باقاعدہ فارسی شین اضافہ کر کے حاصل بالمصدر دھومش بنالیا ہے'') ؟؟

۳۱ ہزاراں درد وغم کی آگ لاکر (۱)
تمامی ٹھاٹ عشرت کا جلا کر

۳۲ کیا مجھ دستگیر آں شاہِ بیداد
چہ سازم، چوں کنم، فریاد! فریاد!!

۳۳ پیالہ عشق کی مے کا پلایا
کیا بے خود مجھے، مجھ سوں بھلایا

۳۴ بہ زنجیرِ دو زلفِ ماہِ رخسار
نمودہ دست و پایم را گرفتار

۳۵ بہ طوقِ حلقہ ہائے گوشِ دلدار
نمودہ گردنِ مارا گراں بار

۳۶ زمژگاں تیر وازابرو کماں دار
دو نرگس مست چشمِ شوخ عیّار

۳۷ نگہبانم نمودہ، وائے، صد وائے!
زظلمِ آں دو ظالم ہائے، صد ہائے!

۳۸ کیا محبوس در زندانِ ہجر اں
لگا تب آن کر درد و غمِ جاں

۳۹ پیالہ بے قراری کا دیا سنگ
حسب رفت ونسب، ہم نام و ہم ننگ

---

(۱) آگ لانا: آگ لگانا۔

۴۰ گدا ہو کر پھروں رسوائے بازار
شود گاہے کہ یابم بھیکِ دیدار

۴۱ بہت مدت گئی کرتے گدائی
پیا کے وصل کی تب بھیک پائی

۴۲ نمود از قید ہجر آزاد شاہم
نمودہ سوئے باغِ وصل راہم

۴۳ بہ تختِ عقل و ہوش آورد بازم
مہیا کرد جملہ عیش سازم

۴۴ خدا کی سوں (۱) نہ دیدم شوخ عیار
چو عشق اندر جہاں گشتیم بسیار

۴۵ خرد گم کردہ را فرزانہ سازد
بہ دم فرزانہ را دیوانہ سازد

۴۶ جو بیتا مجھ اُپر زیں قصہَ تام
یقیں تر گشت قولِ ''مولوی جام''(۲)

۴۷ ''بیا اے عشقِ پُر افسوں و نیرنگ
کہ باشد کارِ تو گہہ صلح گہہ جنگ

۴۸ گہے فرزانہ را دیوانہ سازی
گہے دیوانہ را فرزانہ سازی

---

(۱) سوں: قسم (۲) حضرت جامی۔

۴۹ چو بر زلفِ پری رویاں نہی بند
به زنجیرِ جنوں افتد خرد مند

۵۰ اگر زاں زلف بندے بر کشائی
چراغِ عقل یابد روشنائی"

۵۱ پیا نے کر (۱) پکڑ جب گر (۲) لگائی
تمامی (۳) آگ تن من کی بجھائی

۵۲ چو شد مدت پیا کے ساتھ رہتے
سخن بایک دگر کہتے و سنتے

۵۳ جو حیلہ عشق نے دے کر اٹھایا
فلک دشمن مرے پیچھے لگایا

۵۴ مرا سکھ دیکھ اس کوں حسرت آئی
نہادہ بر دلم داغِ جدائی

۵۵ بکٹ قصہ، نپٹ (۴) مشکل کہانی
دِوانی کی سنو سکھیو! کہانی

۵۶ ملن پاچھے بچھڑنا یو کٹھن ہے
کہو اب زندگی کا کیا جتن ہے

۵۷ چہ می سازم کہ پھر دلدار پاؤں
به خلوت گاہِ جاناں بار پاؤں

---

(۱) کر: ہاتھ (۲) گر (گل): گلا (۳) تمامی: تمام، ساری (۴) نپٹ: بہت، بے حد۔

در بیانِ ماہِ اوّل: ساون

۵۸ رسیدہ بر سرم ہنگامِ برسات
سجن پردیس ہیں ہیہات! ہیہات!!

۵۹ چڑھا ساون، بجا مارو نقارا
سجن بن کون ہے، ساتھی ہمارا

۶۰ گھٹا کاری (۱) چہاروں اُور (۲) چھائی
برہ کی فوج نے کینی (۳) چڑھائی

۶۱ پپیہا پیو پیو نس (۴) دن پکارے
پکارے داؤر (۵) و جھینگر جھنگارے

۶۲ ارے جب کوک کویل نے سنائی
تمامی تن بدن میں آگ لائی

۶۳ اندھیری رات جگنو جگمگاتا
اری جلتی کے اوپر پھوس لاتا

۶۴ سنی جب مور کی آواز بن سوں
شکیب از دل گیا، آرام تن سوں

۶۵ بھرے جل تھل، بھیا سرسبز عالم
رہا جل، وصل کا، سوکھا نہالم

---

(۱) کاری: کالی (۲) چہاروں اُور: چاروں طرف (۳) کینی: کی (۴) نس: رات
(۵) دادر: مینڈک۔

٦٦ ہنڈولے چڑھ رہیں سب نار پیو سنگ
حسد کی آگ نے جارا[1] مرا انگ

٦٧ چلا ساون مگر ساجن نہ آئے
ارے، کن دُتیوں[2] نے ٹونے چلائے[3]

در بیان ماہِ دوم : بھادوں

٦٨ سکھی! بھادوں نپٹ تپتی پڑے ری
تمامی تن بدن میرا جرے ری

٦٩ سیہ بادر[4] چہاروں اُور چھائے
لیا مجھ گھیر، پیو اجھوں[5] نہ آئے

٧٠ جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
تمامی تن بدن جیو جان، لرجا[6]

٧١ اکیلی دیکھ، نس کاری ڈراوے
تمامی رین دن، برہا ستاوے

٧٢ گھٹا کاری کے اندر بیج[7] چمکے
ڈرے جیوڑا کڑک سن دیہہ[8] دھمکے[9]

---

(۱) جارا (جرانا): جلانا (۲) دُتی: لگانے بجھانے والی، خراب عورت
(۳) ٹونا چلانا: سحر کرنا (۴) بادر: بادل (۵) اجھوں (اجھوں): ابھی تک
(٦) لرجا (لرزا): لرزنا (٧) بیج: بجلی (٨) دیہہ: جسم (٩) دھمکنا: دہلنا۔

۷۳ پیا بن سیجری (۱) ناگن بھئی رے
ہنسن کھیلن کی سگری (۲) سُدھ گئی رے

۷۴ سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں
ہمن سی پاپیاں نت دکھ بھرت ہیں

۷۵ پیا پردیس جا ہم کوں بسارا
نہ جانوں کیا گنہ دیکھا ہمارا

۷۶ گھٹا غم کی اُمڈ چھاتی سوں آئی
اری دو نین نے برکھا لگائی

۷۷ اری نس دن بٹاؤ (۳) پوچھ ہاری
خبر پیو کی نہ پائی، ہائے ماری

۷۸ جری پوتھی، بمن (۴) سب مر گئے ری
بھیا کِت (۵) کاگ، (۶) اُودھو (۷) کِت رہے ری

۷۹ خدارا، اے صبا! بیں حال میرا
پیا کوں کہہ، کرے ٹک آئے پھیرا

---

(۱) سیجری: سیج (۲) سگری: ساری (۳) بٹاؤ: راہ گیر، مسافر (۴) بمن: برہمن، جو پوتھی دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ہے (۵) کت: کہاں (۶) کاگ: کوّا، جس کے بولنے سے کسی آنے والے کی خبر ملتی ہے اور جو پیامی کا کام بھی دیتا ہے (۷) اُودھو (س: اُذ دھو): کرشن کا ایک سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن نے گوپیوں کے پاس بھیجا تھا، قاصد۔

۸۰ کہو پیو کی خبر پوچھوں کسے جائے
لکھوں پتیاں(۱) کسے دیوں، ہائے رے ہائے!

۸۱ کوئی ایسا نہیں اُس جا کہے ری
کہ میرا حال آ دیکھے رہے ری

۸۲ ڈُہل رحلت کا بھادوں نے بجایا
اجھوں لگ سانورا پردیس چھایا(۲)

در بیانِ ماہِ سوم: کنوار

۸۳ سنو سکھیو! کہ رت آسوج(۳) آئی
پیارے کی خبر اب لگ(۴) نہ پائی

۸۴ کہو کیسے جیویں پیو باج(۵) ناری
جنھیں روت گئی ہے عمر ساری

۸۵ لکھوں پتیاں ارے اے کاگ! لے جا
سلونے، سانورے، سندر پیا پا(۶)

۸۶ کلیجہ کاڑ(۷) کر تجھ کوں کھلاؤں
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

---

(۱) پتیاں (پتر): خط (۲) چھایا (چھانا): بس جانا، تاخیر کرنا، رکنا (۳) آسوج: آشون (کنوار) کا مہینہ (۴) لگ: تک (۵) باج: بغیر (۶) پا: تک، کو (۷) کاڑ (کاڑنا): نکالنا۔

۸۷ سندیسہ پیو کا مجھ کوں سناوٗ
پیا کا مکھ بچن مجھ کوں لے آوٗ

۸۸ کناگت، (۱) نیورتی (۲) جب پی جماوے (۳)
مہر کرکے تجھے دیکھے بلاوے

۸۹ سلام از طرف ایں غم خوار کیجو
پکن (۴) کوں پرَس (۵) پاتی (۶) ہات دیجو

۹۰ ارے یہ کاگ پاپی ٹک نہ مانے
مَرَم (۷) دل دردمندوں کا نہ جانے

۹۱ ہمارے کنتھ (۸) کے جو دیس جاوے
کناگت، نیورتی ہر دو جو آوے

۹۲ سکھی گر کام جو، باشم چہ باشم
بدستِ تند خو، باشم چہ باشم

۹۳ کناگت، نیورتی ہر دو گئے ری
نہ آیا کنت، کس گھر رم (۹) رہے ری

---

(۱) کناگت: آشوِن (کنوار) مہینے کا اندھیرا پاکھ جو بعض مذہبی رسومات اور ضیافتوں کے لیے مبارک خیال کیا جاتا ہے (۲) نیورتی (س: نوراتر): آشوِن کی پہلی نوراتیں، جس میں درگا کی پوجا ہوتی ہے (۳) جماوے (جمانا): کھانا کھلانا (۴) پکن (برج): پاؤں (۵) پرَس (س: اسپرش): چھونا (۶) پاتی: (پتر): خط (۷) مَرَم: بھید، رمز (۸) کنتھ (کنت): پیارا، محبوب (۹) رم رہنا (رمنا): بس جانا، بیٹھ جانا۔

۹۴ دسہرہ پوجتی گھر گھر سکھی رے
کرم میرے نہ جانو کیا لکھی رے

۹۵ ارے سبزک،(۱) پیا کے باغ جا کر
اَپَن کو بے وفا سیتی لُکا(۲) کر

۹۶ کہو، اے سنگ دل، تب مُنہ دکھاؤں
ترے مکھ سیں اگر یک قول پاؤں

۹۷ کہ گھر جا برہنی کو، گر لگاؤ
پکڑ بھیّاں(۳) پلنگ اوپر سلاؤ

۹۸ کہ تیرے ہجر سوں دن رین روتی
بہ غم سب جو بنا تجھ باج کھوتی

۹۹ بہ اغیار اے صنم! تو سکھ کرت ہے
تمن بن برہنی، نت دکھ بھرت ہے

۱۰۰ دیا پردیس میں تَیں(۴) غیر کوں راج
بھُلایا گھر، نہیں تجھ نین مُوں(۵) لاج

۱۰۱ تجھے اے سنگ دل! کیسے پڑی چین
گئے ہیں تجھ بنا روورت مرے نین

۱۰۲ ارے ظالم! نہ داری خوف رب کا
قیامت نزد ہے کر فکر تب کا

---

(۱) سبزک: نیل کنٹھ جس کا بولنا نیک شگون سمجھا جاتا اور جسے پیامی بھی سمجھتے ہیں (۲) لُکانا: چھپانا (۳) بھیّاں: بانہیں (۴) تَیں: تو (۵) مُوں: میں۔

۱۰۳ ڈراکر، از درونِ دردمنداں
کہ می سوزد ز آتش سنگِ سنداں[1]

۱۰۴ سکھی اس سوچ غم میں عمر جاتی
سکھوں سے غم پیارے کا سناتی

۱۰۵ کہ شاید جا کہے کوئی سجن کوں
سنے پھر آن کر دیکھے ہمن کوں

۱۰۶ سکھی! آسوج رُت چلتی رہی رے
سجن بن، برہنی جلتی رہی رے

در بیان ماہِ چہارم: کاتک

۱۰۷ گیا آسوج کاتک مانس[2] آیا
سلونے شیام کوں پردیس بھایا

۱۰۸ گئی برسات رُت، نکھرا فلک سب
نمی دانم کہ ساجن گھر پھریں کب

۱۰۹ بھئی مجھ سیج، بن پیو ناگنی رے
ستاوے دوسرے، رُت چاندنی رے

۱۱۰ بھئی چاندن[3] پیا سنگ ناریوں کوں
بھئی بپتا ہمن سی خواریوں کوں

---

(۱) سنگ سنداں: سخت پتھر (۲) مانس (ماس): مہینہ (۳) چاندن: چاندنی۔

۱۱۱ دِواری (۱) جاوے ہے گھر گھر و بازار
بھیا گلزار، راکھے دیوری (۲) بار (۳)

۱۱۲ کنارے لگ رہی پیو بِن اکیلی
بھئی ہے زندگی مجھ پر دُہیلی (۴)

۱۱۳ سکھی! یہ درد و غم کا (۵) سوں کہوں جائے
نہ نکست (۶) جیو، مروں بِس کھائے رے ہائے!

۱۱۴ اری اس درد سوں پیلی بھئی رے
تمامی دیہہ برہا نے دہی (۷) رے

۱۱۵ بھئی بَوری، گئی سُدھ بُدھ، نہیں چین
ہوئے اندھے مرے رووت دووَ (۸) نین

۱۱۶ پیا بن ایکلی (۹) کیسے رہوں ری
ستم اوپر ستم کیسے سہوں ری

۱۱۷ ارے اے جوشیو! (۱۰) تم سانچ بولو
ملے موسوں (۱۱) بدیسی شیام کَولو (۱۲)

---

(۱) دِواری: دِوالی (۲) دیوری (دیولی): دیا، چھوٹا چراغ (۳) بار (ف): دروازہ (۴) دُہیلی: مشکل (۵) کا: کس (۶) نکست (نکسنا): نکلنا (۷) دہی (دہنا): جلانا، پھونک دینا (۸) دووَ (برج بھاشا): دونوں (۹) ایکلی: اکیلی (۱۰) جوشی: جوتشی (۱۱) مُوسوں: مجھ سے (۱۲) کَولو: کب تک۔

١١٨ برہمن پوچھ ہاری، کچھ نہ پایا
اری میں پوچھ دونا دکھ بڑھایا

١١٩ بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کسی کوں
نہیں دِستا(١) کوئی مجھ غم رسی کوں

١٢٠ کہا(٢) کریئے کہو، کت جائے رہیئے
لکھا اپنے کرم(٣) کا پائے رہیئے

١٢١ نہ جانوں پیو جدا کب لگ رہے گا
نکس(٤) جیو، کب تلک یہ دکھ سہے گا

١٢٢ چلی کاتک کی رت کیا کیجیے ری
سلونے بن نہیں اب جیو رہے ری

دربیان ماہِ پنجم: اگہن

١٢٣ سکھی! اگہن سیہ رو مانس آیا
سجن آئے نہ کاگد(٥) لکھ پٹھایا(٦)

١٢٤ بھیا موسم خنک، سردی بھئی رے
اجھوں لگ غم اگن تن موں رہی رے

١٢٥ پھروں بیاکل(٧) ندارم چین یک دم
اٹھوں، بیٹھوں، چڑھوں بربام، ہردم

---

(١) دِستا (دِسنا): دکھائی دینا (٢) کہا (برج): کیا (٣) کرم: نصیبہ، قسمت
(٤) نکس (نکسنا): نکلنا (٥) کاگد: کاغذ (٦) پٹھانا: بھیجنا
(٧) بیاکل (ویاکل): بے چین، بے کل۔

۱۲۶ براہش منتظر باشم شب و روز
بہر کس گویم ایں افسانہ دل سوز

۱۲۷ پیا کی باٹ نس دن دیکھ ہاری
گئیں انکھیاں مری در انتظاری

۱۲۸ عنانِ دل زدستم چھٹ گئی رے
تمامی ہوش و عقلم لُٹ گئی رے

۱۲۹ نصیحت کب تلک مجھ کو کروری
مرے پیچھے اناحق (۱) مت پڑو ری

۱۳۰ اری مجھ چھانڈ (۲) اپنے کام لاگو
دِوانی جان، مجھ سیں دور بھاگو

۱۳۱ نہ میں تُمری، (۳) نہ تم میری کہاؤ (۴)
اری سکھ اپنے کوں، تم آگ لاؤ

۱۳۲ نصیحت کر مجھے کاہے جلاؤ
کرو کچھ فکر پیارے سوں ملاؤ

۱۳۳ واِلّا دردلم یوں آوتا ہے
یہی سب عاشقوں کو بھاوتا ہے

---

(۱) اناحق: ناحق (اس میں ہندی کا ''اَ'' نفیِ زائد لگا دیا گیا ہے)

(۲) چھانڈ: چھوڑنا (۳) تمری: تمھاری (۴) کہاؤ (کہانا): کہلانا۔

(۱۳۴) کروں کنٹھا(۱) اری! سب چیر(۲) پھاڑوں
تمامی بھیس جوگن کا سنواروں

(۱۳۵) دھونی ڈاروں(۳) پیا کے دیس جا کر
ہزاراں ناد نالے کے بجا کر

(۱۳۶) الکھ(۴) جا دل ربا کا درجگاؤں(۵)
پیا کے درس(۶) کی تب بھیک پاؤں

(۱۳۷) مجھے امید تھی پیو کے ملن کی
نہیں اب آس جیورا کے رہن کی

(۱۳۸) اگھن دکھ دے چلا اب کیا کروں ری
پیا بن ترپھتی(۷) ہی اب رہوں ری

(۱۳۹) سکھی! یہ مانس تو لک(۸) مانس بیتا
بدیسی شیام نے پھیرا نہ کیتا(۹)

دربیان ماہِ ششم: پوس

(۱۴۰) اگھن دکھ دے گیا اب پوس آیا
پیا کی چاہ نے غلبہ اٹھایا(۱۰)

---

(۱) کنٹھا کرنا: گلے میں مالا پہننا (جوگی بننے کے لیے) (۲) چیر: کپڑا، لباس، دوپٹہ (۳) دھونی ڈارنا: دھونی رمانا (۴) الکھ: چھپ کر (۵) درجگانا: نگہبانی کرنا (۶) درس: درشن، دیدار (۷) ترپھتی: تڑپتی (۸) لک: لاکھ (۹) کیتا: کیا (۱۰) غلبہ اٹھانا: شورش کرنا۔

۱۴۱ پڑے پالا کرے تھر تھر مری دیہہ
سکھی! کسی بدگھڑی لاگا مرا نیہہ (۱)

۱۴۲ کریں عشرت پیا سنگ ناریاں سب
میں ہی کانپوں اکیلی، ہائے یارب!

۱۴۳ بھیا تن کوئیلا جل جل پیا بن
بھیا یہ مانس مجھ پر سال نس دن

۱۴۴ نہیں اس مانس موں مجھ جیو کی آس
کہو! پیو کوں پکاروں جائے کس پاس

۱۴۵ سکھی! کچھ نہیں پیا بن زندگی رے
کہے کوی جائے پیا سوں بندگی (۲) رے

۱۴۶ نہ دیکھا ٹک ہمن مکھڑا اسجن کا
پڑا سانسا (۳) مجھے جیو کے رہن کا

۱۴۷ برہ نے آئے چاروں اُور گھیری
مجھے کا ہے جنی تھی مائے (۴) میری

۱۴۸ کیا غم نے بجانم آئے ڈیرا
کتھا میری کہو پیو سوں سویرا (۵)

۱۴۹ وگر نہ جاں زتن چلتا رہے گا
اگن غم موں جگر جلتا رہے گا

---

(۱) نیہہ (س: سنیہہ): محبت (۲) بندگی کہنا: سلام عرض کرنا (۳) سانسا: ڈر، خوف (۴) مائے: ماں (۵) سویرا: جلد۔

۱۵۰ اجی مُلّاں![1] مراٹک حال دیکھو
پیارے کے ملن کی فال دیکھو

۱۵۱ لکھو تعویذ پی آوے ہمارا
وگر نہ جائے ہے جیوڑا بچارا

۱۵۲ تمھارا مجھ اُپر احسان ہوگا
گویا مُردے کے تئیں جیودان ہوگا

۱۵۳ ارے سیانو! تمھیں ٹونا کرورے
پیا کے وصل کی دعوت پڑھو[2] رے

۱۵۴ سکھی! میں پوچھ دیکھی سب سیانے
بھئے اس فکر سوں مجنوں، دِوانے

۱۵۵ ارے لوگو! میں کانورو[3] دیس جاؤں
سلونے شیام کو ٹونا چلاؤں

۱۵۶ کوئی امید میری بر نہ لایا
دیا مجھ کوں سبھوں نے دکھ سوایا

۱۵۷ کہے گا سو کروں گی آور ے، ہائے!
مکھ اپنا ٹک ہمیں دکھلاو رے، ہائے!

---

(۱) مُلّاں: مُلّا (انفی) (۲) دعوت پڑھنا: بلانے کے لیے وظیفہ پڑھنا، دعا کرنا (۳) کانورو دیس: (س: کام روپ): نام ہے مغربی آسام کا جہاں کا جادو مشہور ہے۔

(١٥٨) ارے گھر آ، اگن میری بجھاوے
کتھا میری سنے، اپنی سناوے

(١٥٩) اری سکھیو! کہاں لگ دکھ کہوں ری
بھئی حیران، دکھ کب تک سہوں ری

(١٦٠) تمھیں ٹک کر پکڑ سمجھائے کہیو
پگن پر سیس (١) دھر کے لائے کہیو

(١٦١) کہ بے جاں ہو رہی جا کر خبر لے
کہ ٹک ہو جا، دِووانی کو صَبر دے

(١٦٢) سکھی! اودھو کوں سگرا دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جتایا

(١٦٣) چلا پوس اے سکھی! آیا نہ کچھ ہاتھ
نہ سوئی سیج پر دلدار کے ساتھ

(١٦٤) ظُلم مجھ پر سکھی! بھوت ہی کیا ہے
جدائی کا ہمن کو غم دیا ہے

(١٦٥) ہزاراں درد دکھ دے پوس بیتا
کروں کیا اب مکانش (٢) ماہ لیتا

(١٦٦) نمی دانم کہ بامن کیا کرے گا
نہیں ایسا کہ سائیں (٣) سوں ڈرے گا

---

(١) سیس: سر (٢) مکانش: (مکان+ش) اس کی جگہ (٣) سائیں: آقا، مالک۔

دربیان ماہِ ہفتم : ماگھ

(۱٦۷) گیا پوس، اے سکھی! اب ماہ[۱] آیا
پیا نے جائے کر پردیس چھایا

(۱٦۸) فراق اب ماہ نے مجھ کوں دیا ہے
پیا نے نئیں اجھوں پھیرا کیا ہے

(۱٦۹) ارے ئُس[۲] ماہ اپنا موڑ یاری
مجھے غم کی اگن از نو دیا ری

(۱۷۰) بہ ہر خانہ بسنت گانویں سکھی ری
زیادہ آگ تن میں اب لگی ری

(۱۷۱) سکھی! مجھ سی نہیں بَوری دِوانی
سنو دن رین کی موری کہانی

(۱۷۲) پھروں بَوری بہ روز از درِ دلدار
میانِ کوچہ و صحرا و بازار

(۱۷۳) جو شب شد چنگ قامت کا بناؤں
ارے، میں آنسوؤں کے تار لاؤں

---

(۱) ماہ: ماگھ مہینہ (۲) ئُس (ف): مُنہ، رخ۔

(۱۷۴) خیالِ اونشانم پیشِ دیدہ
سرایم درد جانم غم کشیدہ

(۱۷۵) کہ دلدارا! بحالِ ما نظر کن
سلیماں وار بر مورے گذر کن

(۱۷۶) ایسا پردیس جا دل سنگ نہ کیجے
بجز برہمن کسی کوں دل نہ دیجے

(۱۷۷) ارے ظالم تجھے بھایا بدیسا (۱)
مجھے دن رین ہے تیرا اندیسا (۲)

(۱۷۸) تمن بن ایک دن سو برس بیتے
نہ یک ساعت ترا اندوہ چھیتے (۳)

(۱۷۹) نہ بھولے مجھ کو اک ساعت تری یاد
نہیں تو نے کیا مج کوں گھے شاد

(۱۸۰) بہت مدت گئی آون نہ کینو (۴)
دیا کا گد کسی کوں لکھ نہ دینو (۵)

(۱۸۱) ایتی (۶) سختی کہو جی کن (۷) سکھائی
ارے کچھ لاج دنیا کی نہ آئی

---

(۱) بدیسا: بدیس (۲) اندیسا (اندیشہ): فکر (۳) چھیتے (س: چیوت): گرنا، ہٹنا، دور ہونا (۴) کینو (کینا): کیا (۵) دینو (دینا): دیا (۶) ایتی: اتنی (۷) کن: کس نے

۱۸۲ عہد کر کر گئے اجھوں نہ آئے
اری کن سوت نے ٹونے چلائے

۱۸۳ دغا بازی مسافر سوں نہ کیجے
ایتا دکھڑا غریبوں کو نہ دیجے

۱۸۴ گیا سب جوبنا ہیہات، ہیہات!
نہ پوچھی یک ذرا ٹک آئے کے بات

۱۸۵ جو جانے تھا کروں گا بے وفائی
کرے تھا کیوں ہمن سوں آشنائی

۱۸۶ جو ایسا جانیے تو من نہ لیجے
کپٹ کی پیت پیچھے سوں نہ کیجے

۱۸۷ گئی سو جانے دے، اب آؤ گھر رے
ارے ظالم! خدا کا خوف کر رے

۱۸۸ نمانی (۱) کو ارے ٹک دَرَس دیجو
برہنی کا ضَرَر سر پر نہ لیجو

۱۸۹ ترے غم سوں بہ لب جاں آ رہا ہے
ملو تو واہ، وا، نا تو دغا ہے

۱۹۰ سکھی! دن یوں گیا نِس یوں بہانی (۲)
ہماری پیر تم نے کچھ نہ جانی

---

(۱) نمانی: غریب، مسکین، شرمگیں (۲) بہانی (بہانا): گذارنا، کاٹنا۔

۱۹۱ تم اپنے لال (۱) سوں سب سکھ کرت ہو
ہمن کے کام میں دھیرج دھرت (۲) ہو

۱۹۲ سکھی! دھن بھاگ (۳) ہیں دھن بھاگ تھارے (۴)
سدا تم پاس ہیں ساجن تمھارے

۱۹۳ اری تم کوں نہیں کچھ فکر میرا
مجھے چھانڈو کرت ہو کیوں بکھیڑا

۱۹۴ جہاں ساجن بسے اس دیس جاؤں
ارے یہ آگ تن من کی بجھاؤں

۱۹۵ اگر غم ہے تمھیں میری اگن کا
کرو کچھ فکر پیارے کے ملن کا

۱۹۶ سکھی! پھِٹ (۵) ہے پیا بن زندگی رے
کہے کوئی جا پیا سوں بندگی رے

۱۹۷ نہ دیکھا ماگھ میں مکھڑا سجن کا
ہوا پھاگن مگر رٹ ہے ملن کا

۱۹۸ گیا جب ماگھ دکھ دُونا بھیاری
سجن بن دیس مجھ سُونا بھیا ری

---

(۱) لال: پیارا (۲) دھیرج دھرنا: ہمت رکھنا (۳) دھن بھاگ (دھنیہ بھاگ): خوش قسمت (۴) تھارے: تمھارے (۵) پھٹ: پھِٹکار، لعنت۔

در بیان ماہِ ہشتم : پھاگن

(۱۹۹) گیا جب ماگھ پھاگن مانس آیا
سکھی! ہے ہے پیا اس رُت نہ آیا

(۲۰۰) جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری
سجن پردیس، میں نت دکھ بھروں ری

(۲۰۱) ارے اُودھو! سنو یہ دکھ ہمن سوں
کہو ٹک جائے پردیسی سجن سوں

(۲۰۲) کہے برہمن کہ پھاگن مانس آیا
سبھوں نے روپ رنگا رنگ بنایا

(۲۰۳) چلیں بن ٹھن سبھی اپنے مَندر (۱) سوں
کہ کھیلیں پھاگ جا اپنے سُندر (۲) سوں

(۲۰۴) معصفر (۳) چونریاں سب پہر (۴) آئیں
سبھوں نے کھوڑ (۵) سوں مانگاں بھرائیں

(۲۰۵) بہ چشمِ سیاہ، سرمہ سیاہ ڈاریں (۶)
تبسم کر لب و دنداں اُگھاریں (۷)

---

(۱) مندر: مکان، محل (۲) سندر: پیارا (۳) معصفر (ع): زعفرانی (۴) پہر: (پہرنا): پہننا (۵) کھوڑ: مانگ کا چندن (۶) ڈاریں (ڈارنا): ڈالنا، لگانا (۷) اگھاریں (اُگھارنا): نمایاں کرنا، دکھانا۔

۲۰۶ به دنداں ہر یکے مِسّی جمائی
کہوں کیا کچھ نہیں ہوتی بڑائی

۲۰۷ مژہ چوں تیر، ابرو چوں کماں کج
ستادہ ہر یکے باشان و باسج

۲۰۸ عجائب بن رہے مکھ پر سیہ خال
گرے بدّھی پڑھی، درپائے خلخال

۲۰۹ نگہباں گنجِ خوبی کی دونا گن
لٹکتی مکھ اُپر مُرکائیں(۱) ساجن

۲۱۰ اگر وہ ٹک کسی کے ڈنک لاوے
لہر(۲) اس کی قیامت لک نہ جاوے

۲۱۱ اگر زاہد رود در کوئے ایشاں
نماید یک نگاہے سوئے ایشاں

۲۱۲ سنے ہر طرُف سوں بچھوؤں کی جھنکار
دیکھے ابرن برن(۳) اور سات سنگار(۴)

۲۱۳ رود ہوشش زسر، ہومست سرشار
توڑے تسبیح، رکھے بر کتف زُنّار

---

(۱) مُرکائیں (مُرکانا): بل کھانا، یا دینا (۲) لہر: اثرِ زہر کا دور (۳) ابرن برن: زیور و ملبوس (۴) سات سنگار: مکمل آرائش (سرمہ، مہندی، پان، مسی، چوٹی، زیور، افشاں یا چوڑیاں)۔ سولہ سنگار بھی ہوتے ہیں۔

۲۱۴ سلونی، سانوری اور سبز (۱) گوری
سبھی کھیلیں پیا اپنے سیں ہوری

۲۱۵ بھرے رنگوں کے مٹکے ساتھ سب کے
اَچھی پچکاریاں ہیں ہاتھ سب کے

۲۱۶ گلال اندر بھئیں ہیں لال ساری
بجاویں دف پیا کے نال (۲) ساری

۲۱۷ کہوں (۳) ڈھولک، کہوں مردنگ باجے
کہوں سر مَنڈلا (۴) اور طنبور گاجے

۲۱۸ بھریں چنگل عبیروں کے اُڑاویں
کریں خوشحالیاں (۵) چھیڑیں، پِھڑاویں

۲۱۹ اپس میں دوہرے، غزلیں سناویں
عجائب ہوریاں (۶) گاویں، گنواویں

۲۲۰ پڑی ہے دھوم کہنے میں نہ آوے
حسد کی آگ، تن میرا جراوے

۲۲۱ دھمالاں (۷) کرتیاں گھر گھر پھرت ہیں
پیا سنگ ناریاں سب سکھ کرت ہیں

---

(۱) سبز: سانولا، سیاہ (۲) نال (پنجابی): ساتھ (۳) کہوں: کہیں (۴) سرمنڈلا (سرمنڈل): ڈھول، طبلہ (۵) خوشحالیاں کرنا: خوش فعلیاں کرنا (۶) ہوریاں (ہوری): ہولی کے گیت (۷) دھمالاں (دھمال): دھما چوکڑی، اودھم۔

۲۲۲ ولے میں ہو رہی مرجھائی تم بن

ہزاراں بَرَس بیتے مجھ اُپر چھن (۱)

۲۲۳ نہیں تم کوں ارے کچھ غم ہمارا

کہ مطلق یاد سیں ہم کوں بِسارا (۲)

۲۲۴ نمی دانم چہ شد از من خطائے

کہ اب تک تم پیا گھر کوں نہ آئے

۲۲۵ اگر باشد خطایم بخش دیجو

خبر میری سویرے آئے لیجو

۲۲۶ وگرنہ جاں زتن باہر پڑے گا

عبث توں آئے کے پھر کیا کرے گا

۲۲۷ خدا کو مان زودی زود (۳) آؤ

کرم کر کر گرے سوں گر (۴) لگاؤ

۲۲۸ ارے ظالم! ترے پیّاں (۵) پڑوں رے

دل و جاں تجھ اُپر قرباں کروں رے

۲۲۹ تری باندی کی باندی ہو رہوں گی

جو کچھ مجھ کوں کہے گا سو کروں گی

---

(۱) چھن: لمحہ، پل (۲) بسارا (بسارنا): بھولنا (۳) زودی زود: بہت جلد

(۴) گرے سوں گر: گلے سے گلا (۵) پیّاں (برج) پاؤں۔

۲۳۰ کہے گا سو کروں گی آ وَ رے ہائے!

مکھ اپنا ٹک مجھے دکھلا وَ رے ہائے!

۲۳۱ پیا تجھ بن نمانی (۱) ہو رہی ہوں

نمانی کیا، دِوانی ہو رہی ہوں

۲۳۲ ارے اُودھو! کہاں لگ دکھ کہوں رے

ایسے مورکھ ستیں کاں لگ بکوں رے

۲۳۳ نہیں آون کیا، کیا جتن کیجے

ارے اپنے کرم کو دوس دیجے

۲۳۴ نقل مشہور ہے جب بخت پھوٹے

بھئے سب خویش واخواں، (۲) میت کھوٹے

۲۳۵ نہیں اس جگ میں کوئی میت (۳) میرا

کہ میرا دکھ کہے پیو سوں سویرا

۲۳۶ زنا رِ ہجر سب دیہی بَرے (۴) ری

نہ آئے کنتھ، گھر ہوری جرے ری

۲۳۷ چلا پھاگن مجھے دکھ دے گیا ری

سجن کا دیکھنا مشکل بھیا ری

---

(۱) نمانی: مسکین، بے کس، شرمگیں (۲) خویش واخواں: اپنے، سگے (۳) میت (مِتر): دوست (۴) برے (برنا: جلنا۔

در بیان ماہِ نہم : چیت

۲۳۸ سکھی ری، چیت رت آئی سو آئی
اجھوں امید میری بر نہ آئی

۲۳۹ بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب
کریں سیراں پیا سنگ ناریاں سب

۲۴۰ رہے ہیں پھول پھولوں کے گلے لاگ
مرے سینے جدائی کا لگا داگ (۱)

۲۴۱ نہایت درد، دکھ ہم نے سہے ری
غمِ ہجراں مجھے ہر دم رہے ری

۲۴۲ سکھی! یہ رت مجھے ناگن ڈست ہے
پھروں بوری تمامی جگ ہنست ہے

۲۴۳ مرے گل (۲) میں پڑی ہے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوک ہانسی

۲۴۴ اری میں عشق سوں ڈرتی پھروں ری
نصیحت نین اپنے کوں کروں ری

۲۴۵ کہ پنچھی سوں لگن ہرگز نہ کیجے
اری دل دے ہزاراں غم نہ لیجے

---

(۱) داگ: داغ (۲) گل (گر): گلا۔

۲۴۶ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲۴۷ اری یہ نین برجینار (۱) ہیں ری
مجھے سنگ لے پرائے بس کریں ری

۲۴۸ اگر میں جانتی یہ بے وفائی
خدا کی سوں نہ کرتی آشنائی

۲۴۹ پیا دل سنگ لے چلتے رہے ری
دیا باتی سدا جلتے رہے ری

۲۵۰ اری اس لاگ نے رسوا کیا ری
پیا کے عشق میں یہ جیو دیا ری

۲۵۱ بہ بیں حالم صبا بہرِ خدا ری
پیا کوں جا سنا باتیں ہماری

۲۵۲ کہ تجھ کوں لاج جگ کی کچھ نہ آئی
کری تم نے ہمن سوں بے وفائی

۲۵۳ اری انجان میں کھائی دگا (۲) ری
کہ تجھ سیں سنگ دل کوں دل دیا ری

۲۵۴ سجن اب گھر کیے کی لاج کر رے
مروں ہوں در غمت ٹک آ ؤ گھر رے

---

(۱) برجینار (برجنہار) دغا باز، بے وفا (۲) دگا: دغا۔

۲۵۵ اری بَل بدّھ (۱) تن موں نا رہی رے
تمامی دیہہ خاکستر بھئی رے
۲۵۶ مرے جیو کا بھروسا دم نہ کیجو
شتابی آئے کر دیدار دیجو
۲۵۷ اری یہ چیت رُت چلتی رہی ری
تمن بن برہَنی جلتی رہی ری
۲۵۸ ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے
ملو ٹک آئے کر فانی جہاں رے

دربیان ماہِ دہم : بیساکھ

۲۵۹ سنو سکھیو! کہ اب بیساکھ آیا
کویل نے انبہ پر چڑھ، شور لایا(۲)
۲۶۰ سنی آوازِ کویل اور پپیہا
رہے دن رین کیوں کر میرا جیّا (۳)
۲۶۱ ارے سر پاؤں لگ میں ہوں اکیلی
ہجَر کی آگ ہے مجھ پر دوہیلی (۴)
۲۶۲ ہمارے پیوا جھوں گھر نا پھرے ری
اری کن دوتیوں نے بَس کرے ری

---

(۱) بل بدّھ: طاقت (۲) شور لانا: شور مچانا (۳) جیّا: جی، مشدد تلفظ
(۴) دوہیلا: مشکل

۲۶۳ اری اس مانس سب عشرت کرت ہیں
ہمن سی پاپنی نت دکھ بھرت ہیں

۲۶۴ بھیا آنند سکھ در جملہ عالم
پیا بِن بر خدا معلوم عالم

۲۶۵ مرا سکھڑا (۱) پیا کے سنگ گیا ری
تنم بے خواب و خور میرا بھیا ری

۲۶۶ سکھی میں رین دن کیسے بھروں ری
نہیں کچھ فکر، میں بِس کھا مروں ری

۲۶۷ کہے کوئی جا کتھا میرے سجن سوں
ملے آکر چھٹے جانم جلن سوں

در بیان ماہِ یازدہم : جیٹھ

۲۶۸ لگا یہ جیٹھ اب دھوپاں (۲) پڑیں ری
ہمن حیران و سرگرداں پھریں ری

۲۶۹ ہمن اک آگ غم کی میں جَلت ہیں
علاوہ دوسرے لوواں چَلت ہیں

۲۷۰ بسایا تخت اوپر ناریاں ری
پیا کے نال بیٹھیں ساریاں ری

---

(۱) سکھڑا (سکھ + ڑا): سکھ (۲) دھوپاں: دھوپ، (اں) کی جمع افضل نے قلت کے ساتھ استعمال کی ہے۔

۲۷۱ علاوہ دوسرے چھڑکاؤ کیجے
فراشی بادکش سوں باو(۱) لیجے

۲۷۲ جنھوں کے ہیں سکھی! اس رت پیا گھر
انھوں کو سرد خانہ ہے میسّر

۲۷۳ ہمارے پاؤں ننگے، دھوپ سر پر
پھروں ہوں دوڑتی پیو باج گھر گھر

۲۷۴ دوپہری ٹھیگ موں کیا دکھ بھرت ہوں
پیا کی جستجو، بن بن کرت ہوں

۲۷۵ پھپھولے سر اُپر، چھالے پگن میں
بہے لوہو چلے سارے بدن میں

۲۷۶ اُٹھن بیٹھن کی طاقت نا رہے ری
نہ جانوں جان کب لگ یہ سہے ری

۲۷۷ اری اے مرگ! تیری لیوں بلیّاں (۲)
ہِرُ جاں از تنم بہرِ گُسیّاں (۳)

۲۷۸ سکھی ری! کو کہے جا دلربا سوں
ستم گر، پُر جفا و بے وفا سوں

۲۷۹ کہ گیارہ ماس مَیں رووت گنوائے
ارے ظالم کہو تم کیوں نہ آئے

۲۸۰ ترے غم نے نپٹ مج کوں دہارے
نکستا جیو لبوں پر آ رہا رے

---

(۱) باؤ: ہوا (۲) بلیّاں: بلائیں (۳) گُسیّاں (گسائیں): مالک، آقا۔

۲۸۱ جو اپنی عاقبت کی خیر چاہو
رخِ جاں بخش کوں اپنے دکھاؤ

۲۸۲ وَ اِلّا اختیارِ تست، تو داں
بگیرم دامنت را پیشِ یزداں

۲۸۳ گیا جب جیٹھ تو مَیں کیا کروں ری
پیا کے درد سے بس کھا مروں ری

در بیان ماہِ دوازدہم : اساڑھ

۲۸۴ سنو آساڑھ ماس آیا سکھی ری
کرم میرے نہ جانوں کیا لکھی ری

۲۸۵ سنو دن رین کی میری کہانی
کمر کو توڑ کر بیٹھی نمانی

۲۸۶ پیا کی چاہ نے غلبہ کیا ری
نئے سر سیں ہمن کوں دکھ دیا ری

۲۸۷ ز دیدہ اشک افشاندن گرفتم
حدیثِ دوست را خواندن گرفتم

۲۸۸ نہ دیدم ہیچ کس را یارِ غم خوار
بجز حق، خواستم زو وصلِ دلدار

۲۸۹ علاجے کن خدایا دردِ مارا
بکُن گل رنگ روئے زردِ مارا

۲۹۰ بجز درگاہِ تو دیگر پنا ہم
نبود است و نبودہ، بادشاہم

۲۹۱ بمقصودم رساں باجاں سلامت
برونم آر ز اندوہ و ملامت

۲۹۲ خیالِ رحمتِ خود کُن بہ رحمت
خلاصم کُن ازیں اندوہ و علت

۲۹۳ سکھی! میں سوگئی اندر مناجات
کشادہ گشت برمن بابِ حاجات

۲۹۴ چہ می بینم کہ منگل گاوتی (۱) ہیں
مرے گھر ناریاں سب آوتی ہیں

۲۹۵ مرے ایواں میں ہے اک شمع روشن
بھئی ہے روشنی، گھر، بار، آنگن

۲۹۶ یکا یک آنکھ میری کُھل گئی ری
نہ دیکھا کچھ اری حیراں بھئی ری

۲۹۷ سکھی ری! آج مَیں سپنے میں دیکھا
بھئی ہے دل منے شادی، پریکھا (۲)

۲۹۸ کنھیں تعبیر اس کی یوں بتائی
کہ آخر گشت ایّامِ جدائی

---

(۱) منگل گاونا: خوشی کے گیت گانا (۲) پریکھا: غم، دکھ۔

۲۹۹ سکھی! یہ بات سن، شادی بھئی رے
پیا کی باٹ دیکھن ہوں (۱) گئی رے

۳۰۰ چہ می بینم لٹکتا آوتا ہے
بہ حُسنش ماہ راشرماوتا ہے

۳۰۱ کیا ہے اُن لباسِ زعفرانی
بھئی ہوں دیکھ کر اس کو دِوانی

۳۰۲ اری مَیں دوڑ کے پاؤں پڑی جائے
پیا نے کر پکڑ لینی گلے لائے (۲)

۳۰۳ بحمداللہ رہا جیو، یار پایا
تمامی عمر کا دکھڑا بھلایا

۳۰۴ تمامی لال گوں شد رنگِ رویم
بہ ہر دم گفتۂ جامؔی بگویم

۳۰۵ ''چہ خوش وقتے وخرم روزگارے
کہ یارے برخورداز وصلِ یارے

۳۰۶ بر افروزد چراغِ آشنائی
رہائی یابد از داغِ جدائی''

۳۰۷ دیکھا! ان عشق نے کیا کیا، کیاری
چہ غم دے کر مجھے سکھڑا دیا ری

---

(۱) ہوں (برج): مَیں (۲) لانا: لگانا

۳۰۸ اری اے بوالہوس! یو عشق بازی
نہ جانو چو پڑ و شطرنج بازی

۳۰۹ اری آساں نہ جانو عشق کرنا
تمن اس آگ موں ہرگز نہ پڑنا

۳۱۰ ہماری بات کوں ہانسی نہ جانو
محبت خانۂ ماسی (۱) نہ جانو

۳۱۱ اری سب عیش و عشرت کوں تجو (۲) ری
پیا کا نام تن من سوں بھجو (۳) ری

۳۱۲ دریں رہ یک قدم بہبودگی نیست
بجز اندوہ پا آسودگی نیست

۳۱۳ وَاِلاّ کیوں اَناحق (۴) دکھ بھرت ہو
عبث بن مرگ کیوں غم میں مرت ہو

۳۱۴ ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نپٹ مشکل، نپٹ مشکل نپٹ ہے

۳۱۵ اری میں اولاً جانا سَہیلا (۵)
بھیا تھا ایک دم جینا دُہیلا

---

(۱) ماسی (موسی): خالہ، خانۂ ماسی نہ جانو: محاورہ ہے خالہ کا گھر نہیں، یعنی آسان بات نہیں (۲) تجو (تجنا): چھوڑنا (۳) بھجو (بھجنا): وردِ زبان کرنا، رٹنا (۴) اناحق: ناحق (۵) سہیلا: سہل، آسان۔

(۳۱۶) چو بگذشتم ز جاں دلدار پایا
چو ور زیدم غمش، غم خوار پایا

(۳۱۷) بہ آہِ روز و شب چوں سر دُکھایا
عجائب صندلی رنگ یار پایا

(۳۱۸) اگر بر دار باشی ہمچو منصور
نباشی از درِ دلدار مہجور

(۳۱۹) بکوشش گر ز جاں دادن بہ ترسی
یقیں دانم کہ اس کے در نہ برسی (۱)

(۳۲۰) خموش افضلؔ ازیں مشکل کہانی
کسو نے حدّ (۲) اس کی کچھ نہ جانی

(۳۲۱) بہ یادِ دل رُبا خوش حال می باش
گہے افضلؔ گہے گوپالؔ (۳) می باش

ooo

---

(۱) نہ برسی: نہیں پہنچے گا (۲) حدّ (حد): حد کا مشدّد تلفظ (۳) گوپالؔ: افضلؔ کا وہ نام ہے جو اس نے متھرا کے دورانِ قیام میں اختیار کیا تھا۔ حسن و عشق کے اس ناٹک میں افضلؔ کا گوپال نام اختیار کرنا اس لحاظ سے بھی بامعنی ہے کہ ''گوپال'' کرشن کا ایک نام تھا۔

اختلافِ نُسَخ ''بکٹ کہانی''

(محمد افضل افضلؔ)

(۱) سکھیاں، ۲۔موری، ۱، ۳، ۴، ۵، ۶۔ عشق کے مارے، ۲۔ ہوئی ہوں، ۴۔ غم سے، ۸، ۹۔ نمانی، ش۔

(۲) دن نیندرا تا (؟)، ۱، م۔ نہ مجھ کو بھوکہ ہی دن نیندرا تا، ۸۔ نے نیند، ۹۔ نہ نیند، ۳، ۴، ۵، ۱۰۔ سوں سینہ بھر آتا، ۱، ۴، ۷،۔ برا تا، ۲، ۸۔ درد سے، ۹۔

(۳) کہیں ری، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ش۔ مجنوں بھئی ری، ۱۔ کردہ و مجنوں، ۲، ش۔ خرد گم کردۂ مجنوں بھئی ری، ۷، ۸، ۱۰۔ خرد گم کردۂ مجنوں کہیں ری، ۹۔

(۵) ارے یہ دیو جس کے تن کو لاگا، ۱۔ لاگے، سیانا دور سون اس دیکھ بھاگے، ۲، ۱۰۔ اے دیو، ۷۔ دیو بھاگا (؟)، ۷۔ اوس سے دور، ۸۔

نوٹ: یہ شعر ن ۱ میں نمبر ۷ ہے۔ ن ۹ میں یہ نمبر ۶ ہے۔

(۶) اے ناگ، ۷۔ ڈس کے جاوے، ۳، ۴، ۵، ۶۔ نہ پاوے گاڑوری، ۷، ۱۰۔ نہ پاوے کا نورو، ۲۔ نہ پاوے کا مرو، ۸۔ جیورا چھپاوے، ۱۔ جورا، ۷۔ زہر اس کا قیامت تک نہ جاوے، ۴۔

نوٹ: ن ۱ میں شعر نمبر ۷ ہے اور ن ۴ میں نمبر ۱۴ ہے۔ ن ۹ میں نمبر ۱۰ ہے۔ ن ۱۰ میں نمبر ۵ ہے۔

(۷) عشق ہی ہے کیا بلا ہے، ۲، ۴، ۸۔ ارے اے عشق ہی ہے کیا بلا ہے،

۸۔تن من جلا ہے،۲۔آگ سوں،۳،۱۰۔نت جگ جلا ہے،۴۔ آگ میں،ش۔ نوٹ: یہ شعر ن۱ میں نمبر۵ ہے۔

(۸) کسی کے اندروں،۱،۲،۳،۴،۵،۶،۸۔ بیچ یہ،ش۔کسی سوں اندروں،۱۰۔وہی جانے کہ جس کے تن لگی ری،۷۔اندرایں، م۔سلکت ہی رہے ری،۱۔سلکت ہی مرے ری،۳،۹،وہی دن رین سلکت ہی مرے ری،۷۔وہ سلکت،۸۔ہوں رہے ری،۱۰۔

(۹) لگی رے،۱۔سنی اندریں آتش پری رے(؟)،۷۔آگ میں دکھیا رہی ہے،۱۔سوں دگی،۲۔میں دگی ہے،۳۔دھکی ری،۷۔ سب تن سوں دھکی ہے،۱۰۔برہوں کی آگ،ش۔ نوٹ: ن ۷ میں پہلا مصرع بالکل مختلف اور غیر واضح ہے۔

(۱۰) ×،۲،۷۔ارے پیر،۴۔

(۱۱) بیراگ سیتیں،۸۔آگ سیتیں،۸۔برہوں،ش۔جرے سینہ،۱،۲، ۳،۴،۵،۶،۷،۸۔جلے جیورا،ش۔

(۱۲) تجھے گھر کے،۱،۳،۴،۸،۹،۱۰۔تجھے گھربار کے لوگ،۲۔عالم سوں،۴۔ نوٹ: ن ۷ میں پہلا مصرع غیر واضح ہے۔

(۱۳) ن ۱۱ور ۸ میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:

تمامی نحو و صرفم شد فراموش
شدم از گفتگوئے خلق خاموش

یہی شعر ن ۴ میں نمبر ۱۴ ہے۔ کسی کوں،۹۔بتھا کیا عشق کے،۷۔

(۱۴) بجانم پندایں،۱۔بجا تا بیداز(؟)،۷۔بجا نا مید ہم آزار،۸۔ ندانند بنداو،۹۔نہ جانا پنداو،م۔بجانے بیدوا،۳۔نجانے بید ہم،۴۔دوسرا مصرع:۔کنوں قالوابلیٰ آثار عشق است، ۴۔ (موجودہ متن میں یہ مصرع نمبر ۱۹ پر آتا ہے)۔ہموں داند کہ

و ہ،۱۰۔

(۱۵) سر گشتہ او .... با بستہ او، ۷، ۸۔

(۱۶) ×، ۲۔ یکے را (ہر دو مصرع)، ۱، ۴، ۵، ۶۔ می نشاند، ۳۔ کسے را می گزارد سوئے بازار، ۴۔

(۱۷) ×، ۲۔ می نشاند بندہ بر تخت، ۳۔

(۱۸) ×، ۹، ۱۰۔ نہ مسجد کعبہ دیا ر، ۱۔ نہ مسجد کعبہ و دیار، ۷۔ کعبہ و ازیار (؟)، م۔ ن ۴ میں پہلا مصرع یہ ہے: بہ عالم ہر چہ پرسی کار عشق است۔

ن ۷ میں دوسرا مصرع یہ ہے: کنوں قالوابلیٰ آثار عشق است۔

ن ۸ میں بالکل نیا شعر اس انداز کا ہے:-

بہ مسجد کعبہ شکرانہ کردیم

کنوں قالوابلیٰ اظہار کردیم

(۱۹) ×، ۲، ۹۔ پہلا مصرع: بہ دار و کوچہ و بازار عشق است، ۱۔ بہ عالم گر چہ، ۷۔ ن ۷ میں دوسرا مصرع یوں ہے: بدار و کوچہ و بازار عشق است۔ بدور کوچہ بازار، ۸۔ ن ۴ میں اس کی جگہ یہ شعر ہے:

بہ مسجد کعبہ و بت خانہ کردیم

کنوں قالوابلیٰ اظہار کردیم

نوٹ:- اختلاف لفظ کے ساتھ یہ وہی شعر ہے جو نمبر ۱۸ پر ن ۸ کے اندر درج ہے

(۲۰) ×، ۲۔ ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۱۸ ہے۔

(۲۱) ×، ۲۔

(۲۲) ×، ۲۔ ہزاراں خانماں، ۹۔ فقیر و بے کس، ۱۔

(۲۳) بیگان، ۷۔ ویران، ۷۔ کہ چوں مجنوں کہ در ویرانہ مارا (؟)، ۱۰۔

(۲۴) از دلِ من ربودہ (؟)، ا۔ در دلت، ۳۔ در دوست (؟)، ۱۰۔

(۲۵) ×، ۲۔ گہم دیوانہ گہہ ہشیار دارد رگہم از زندگی بیزار دارد، ا، ۳۔ دیوانہ را، ۷، ۹۔ گہہ دیوانہ گہہ ہشیار دارد، ۸، ۱۰۔ گہم از زندگی بیزار دارد، ۸، ۱۰۔

(۲۶) نہیں یک دم، ا، ۴، ۸، ش۔ دن رین موں، ۲، ۳، ۸۔ دن رین نہی چین، ۷۔ روتے مرے نین، ۲۔ ہو چکے، ۹۔

(۲۷) پڑا جب عشق کا لب مجھا او پر دھاک (؟)، ۷۔ تھا نا عقل کا، ۴، ۵، ۶۔ گشتہ فوج عقل، ۲۔ ٹھا کر عقل کا کھاٹ (؟)، ۷۔

(۲۸) در ملک دل جھنڈا اٹھایا، ۲۔ در ملک دل جھنڈا گڑایا، ۱۰۔ نوٹ: ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۳۰ ہے۔

(۲۹) عجب دل چہ شد (؟)، ۷۔ شگن نے، ۲۔ شگن کی، ۳، ۴، ۷۔ ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۰ ہے۔

(۳۰) ×، ۵۔ دھومش مچائی، ا، ۲، ۴۔ شورش مچائی، ۶۔ دھومیں مچائیں، ۸۔ خرد کے گھر موں آ، ۱۰ ادھومش مچایا، م۔ دھونسی بجائی، ۵۔ دھومش مچاہی، ش۔ متاع صبر دل کی، ۷۔ سب لٹائیں، ۸۔ لوٹا ہی، ش۔ نوٹ: ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۹ ہے۔

(۳۱) ×، ۵۔ تمامی چھات، ۲، ۸، ۹۔ چھات عشرت کے، ۳، ۴۔ تمام اسباب عشرت کا، م۔

(۳۳) حسن کی مے، ۲، ۳، ۸، ش۔ مجھ سیں، ۲، ۳۔ مجھ سے، ا، ۴، ۷، ۸، ۹۔ حسن کی مے کا پلا کر، ۱۰۔ بھلا کر، ۱۰۔

(۳۴) ×، ۲۔ یہاں ن ۲ میں شعر نمبر ۲۲ ہے۔ دو زلف کرد عیار، ۴۔ نمودی دست پا ہم از گرفتار (؟)، ۷، ۱۰۔

(۳۵) ×، ا، ۲۔ ن ۲ میں یہاں شعر نمبر ۳۴ ہے۔ حلقہ گیسوئے دلدار، ۹۔ گردن مارا گرفتار، ۳، ۴، ۸۔ نمودی گردن، ۷۔ جانم گرفتار، ۹۔

(۳۶) ×،۲۔ تیرابرواز کماندار، ۷۔ تیراوابروکماندار، ۸۔ شوخ و عیار، ا۔ نوٹ: ن۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۷ کے بعد درج ہے۔

(۳۷) ×،۲۔ نمودی، ۷۔ زظلمان چوظالم آہ صدہائے، ۷۔ نوٹ: ن۱۰ میں یہ شعر ۳۵ کے بعد درج ہے۔

(۳۸) درہجران زنداں، ۸۔

دوسرے مصرع کا اختلاف حسب ذیل ہے:-

ع یکا یک آن کرایں دردوغم جاں، ۱
ع زقالب شدگریزاں دردغم جاں، ۲
ع لگاتب آن کردیں دردوغم جاں، ۳
ع لکھا تھا یہ کرم میں دردغم جاں، ۴
ع لبالب اوگریزددرد غم جاں، ۷
ع یکا یک آن کرازدرد غم جاں، ۸
ع یکا یک لالگائی آگ در جاں، ۹
ع یکا یک لالگائی درد غم جاں، ۱۰

(۳۹) ×،۵۔ پیادہ، ۲، ۳، ۷، ۸، ۹، ۱۰۔ (غالباً یہ ''پیارا'' ہے جو پیالہ کا برجی تلفظ ہے جس میں (ل) تبدیل ہوجاتا ہے (ر) سے۔

(۴۱) مدت سوں میں کرکر گدائی، ۲۔ مدت ہوئی، ۸۔ بھیکو نہ پائی، ۴۔ جب بھیک پائی، ۷، ۹۔

(۴۲) ازقید خود، ۳۔ خرد ازقید ہجر، ۴۔ باب وصل، ۲۔

(۴۳) بہ تخت ہوش عقل، ۷۔ عقل ہوش، ۸، ۱۰۔ عیش سازم، ۷، ۱۰، م۔

(۴۴) شوخ وعیار، ۲۔ چواسکندر جہاں، ۷۔

(۴۵)۔ فرزانہ سازم...... دیوانہ سازم، ۱۰۔ بدم دیوانہ راافسانہ سازد، ۷۔ کہے فرزانہ را، ۸۔

(۴۶) ×، ۲۔ یو بیتا، ۷۔ یہ قصہ، ۸۔ جو بٹھا (؟)، م۔ یہ قصہ اتمام، ۹۔ یقیں ترک قول (؟)، ۸۔

نوٹ: ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد سرخ روشنائی میں یہ ذیلی عنوان قایم کیا ہے، ''کلام حضرت مولوی جام''۔

(۴۷) ×، ۲، ۷۔

(۴۸) ×، ۲۔ ۱۰۔ ن ۷ میں یہ شعر یوں درج ہے:-

گہے دیوانہ را فرزانہ سازد
گہے دیوانہ را افسانہ سازد

نوٹ: ن ۹ میں مصرع الٹ گئے ہیں۔

(۴۹) ×، ۲۔ ن ۴ اور ۸ میں اس کے بعد یہ دو شعر ہیں:

ارے جیو کیا تجھے لالچ لگا ہے
کہ جا کر عشق کی آگ سوں جلا ہے
نہ جانے تھا کہ یہ جلتی اگن ہے
کہ اس سیتی نکلنا بھی کٹھن ہے

(۵۰) ×، ۲۔ وگرزاں، ۳، ۸۔ ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد ذیلی عنوان ''عرض احوال'' قایم کیا گیا ہے۔

(۵۱) پیا پے دست کر (؟)، ۱۔ پیارے کر پکڑ، ۴۔ گل لگائی، ۷۔ ۸۔ ۹، ۱۰۔ کت پکڑ، م۔

(۵۲) چو چند، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۹۔ مرم با یکدگر، ۲، ۳، ۷، ۸۔ سنتے و کہتے، ۷، ۹۔

(۵۳) چو حیلہ، ۳۔ اب حیلہ، ۹۔ چہ حیلہ، ۱۰۔ عشق کے، ۳۔ عشق نے دیگر، ۴۔ پیچھو، ۳۔ پاچھے، ۷۔

(۵۴) وس کو، ۲۔ حرص آئی، ۱۰۔ حیرت، م۔ دردلم، ۷، ۸۔ نہاد ایں، ۹۔

(۵۵) ن ۷، ۸ میں اس نمبر پر شعر نمبر ۵۶ ہے۔

(۵۶) کیا کٹھن، ۱، ۷، ۸، ۹۔ بس کٹھن، ۲۔ اب کٹھن، ۳۔ یہ کٹھن، ۴۔ بہو کٹھن، ۵۔ پیچھے، ۹۔ کیا بچن ہے، ۷، ۹۔

(۵۷) ن ۱ میں اس نمبر پر یہ شعر ہے:

چہ سازم، چوں کنم، کس کن پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں

چھا سازم، ۲۔ چہ من سازم، ۳، ۵، ۶۔ دیدار پاؤں، ۷، ۸، ۹، م۔ جانی بار پاؤں، ۷۔ بخلوت گاہ گاہے، ۱۰۔

(۵۸) رسیدہ برسر، ۷، ۸۔ پردیس ہے، ۱، ۷، ۸۔ ن ۹ میں یہ شعر ماہِ اول (ساون) سے قبل کے بیان میں درج ہے۔

(۵۹) بجا ماروں، ۱، ۷۔ نکارا، ۹، ش۔ کوئی نیں، ۷۔

(۶۰) جو چاروں اور، ۴، ۵، ۶۔ نے چاروں اور، ۷۔ کہ چاروں اور چھلئیں، ۸۔ اڈ چھاتی سوں آہی، ش۔ کیتی چڑھائی، ۱، ۳، ۵، ۶، ۱۰۔ مکھٹی چڑائی (؟)، ۷۔ کشتی چڑھائیں، ۸۔ کنی چڑھائی (؟)، ۲۔

(۶۱) پکاریں، ۲۔ پیہہ پیہہ، ۸، ۱۰، ش۔ پوکارا، ش۔ جھنگاریں، ۲۔ جھنگارا، ش۔ پوکارت، ش۔

(۶۲) کوکھ، م۔ نیں سناہی، ش۔ بدن موں، ۲، ۷، ۸، ۱۰۔ لاہی، ش۔

(۶۳) اندھیری رین، ۷، ۸، ۱۰۔ جگنا، ۷۔ گویا جلتی، ۱۔ ن ۲ میں یہ شعر اس طرح ہے:

اندھیری رات جگنو جگمگاوے　　جلے تن کو مرے دونا جلاوے

ن ش میں دوسرا مصرع یوں ہے ع:

ارے جلتے اپر تیں کیا جلاتا

ن ۴ میں اس کے بعد یہ شعر ہیں:-

پوپیہا نے اٹھائی رین کو کوک　　اری میں سلگتی یکبار دی پھونک

مبادا کس بہ زنداں ہجر مانند　　خوشا عشاق را با اہل پیوند
زغمگیں گریہ ہائے مادر افلاک　　زدل چاکم گریباں برشدہ چاک

(۶۴) بن سے، ا۔ بن سیں، ۹۔ شکیب از جاں ربود، ۵، ۶۔ شکیب از دل ربود، ا، ۷، ۸۔ شکیب از دل شدہ، ۴، ش۔ دوسرا مصرع، ع یکا یک جیو نکس جاتا ہے تن سوں، ۲۔ ن ۷ میں اس کے بعد یہ دو شعر ہیں:

جو آئی بادراں چوکی کر دبا　　جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
ترے دیدار کو اِے نین ترساں　　کہاں کے تھاٹ اِے شب روز برساں

ن م میں یہ شعر اس طرح ہے:

ترے دیدار کو یہ نین ترسا　　گھٹا کی بھانت ہو شب روز برسا

(۶۵) بھرا جل تھل، ۲۔ بھریا، ۷۔ ہوا سر سبز، ۸۔ نہیں جل وصل کا سوکھا نہالم، ا، ۲، ۳، ۹، ۱۰۔ دوسرا مصرع: پیا بن بر خدا معلوم حالم، ۴۔ نہین جز، ش۔

(۶۶) ناریں پیا سنگ، ۸۔ ہنڈولے جھولتی، ش۔ برہ کی آگ، ا، ۲، ۸۔ نوٹ: ن ۴ میں اس شعر کے بعد یہ اشعار ہیں:

لگی ہے بوند ساون کی گھٹا ری　　کہو کیوں کو جیوے برہن بچاری
سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں　　ہمن سی پاپیاں نت دکھ بھرت ہیں
چمک بجلی کی چمکی جوں تبسم　　جھڑی بادر لگی جوں اشک شبنم

ن ۸ میں اس کے بعد یہ شعر ہے:

سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ہیں　　ہمن سی پاپیاں نت دکھ بھرت ہیں

(۶۷) وگر ساجن، ا، ۳، ۵، ۷، ۸، ش۔ وگھر، ۴۔ ساجن نہ آیا، ۴۔ کن سوت نے، ا، ۸، ۱۰۔ کن دوتی پاپن نے بھلائے، ۲۔ کن برہنی باتوں لگائے، ۳۔ کس سوت نے ٹونا چلایا، ۴۔ کن دوتیاں ٹونے چلائے، ۷۔ نہ آہے، ش۔ کن سوگنی ٹونے چلا ہے، ش۔

(۶۸) بپت ات گت، ا۔ نپٹ سہتی پڑے، ۲، ۳۔ نپٹ بپتا پڑے، ۴، ۸۔ نپٹ بوندیں پڑے، ۵۔ نپت بھوتی، ۶، ش۔ نپٹ بھوتی، ۷۔ نپٹ دھو پاں پڑے ری، م۔ میری جرے، ا۔ جلے ری، ۷، ۸۔

(۶۹) جو چاروں اور، ۲۔ نے چاروں، ۷۔ بادل کہ چارو اور، ۸۔ یہ چاروں اور، م۔ چھائیں، ش۔ لیا مجھ گھیر کے ساجن نہ آئے، ۷۔ پیہ، ۱۰، ش۔ نہ آئیں، ش۔

(۷۰) بھروں پرے گگن، ا۔ بھرن پڑنے لگی، ۳، ۴، ۸۔ بھرن پڑنے لگا، ۵۔ بوندی پڑنے لگی، ۲۔ پھورن، ش۔ جی جان، ۸۔ تمامی جسم سب جیو جان، م۔

(۷۱) اندھیری دیکھ، ا۔ (بعض نسخوں میں یہ شعر نمبر ۷۲ کے بعد آیا ہے)۔ بیج جھمکے، ا۔ بجلی چمکے، ۹۔ ڈرے سینہ، ۵، جرے سینہ، ۴۔ جرے جیوڑا کڑک اس دیکھ دھمکے، ۲۔ جرے سینہ مرانت آگ دمکے، ۸۔ جرے جیوڑا امرا اور، ۹۔ جرے جیوڑا، ۱۰۔ جرے جیھورا اگن سوں دیہہ لرجے، ش۔

(۷۳) ×، ش، م۔ سیج مجھ، ۵۔ سیج سب، ۲، ۶۔ سیج اب، ۸۔ سد بد سب، ۷۔ نوٹ: ن ۷ میں یہ شعر نمبر ۸۷ پر ہے۔

(۷۴) ×، ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، م، ش۔ ن ۴ میں یہ شعر نمبر ۶۶ کے بعد آیا ہے۔ ن ۸ میں بھی یہ نمبر ۶۶ کے بعد آیا ہے۔ ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۷۵ کے بعد ہے۔

(۷۵) مجھ کو بسارا، ۴۔ کیا گنہہ دکھڑا، ا۔ نوٹ: ن ۴ میں اس شعر کے بعد یہ زائد شعر ہے:

تماشا لوک جن کوں کا دیکھیں سب   تمامی ہو رہے ہیں ہائے یا رب

(۷۶)۔ اگمں، ۲، ۸۔ امنگ، ۳، ۹، ۱۰۔ امنڈ، ۷۔ آئیں، ۷۔ سے آئی، ۹۔ آہی، ش۔ دو نین نے ٹوٹنے، ۲۔ لگائیں، ۷۔ لگاہی، ش۔

(۷۷) پیا کو بوجھ، ۱۔ میں میں بہمن بوجھائی، ۲۔ بتوہی پوچھ ہاری، ۵۔ بتاؤں، ۴۔ نہ پائی ہائے ری ہائے، ۱۔ آہ ماری، ۷۔

(۷۸) جریں پوتھیں برہمن مر گئے، ۱۔ برہمن مر گئے سب، ۲۔ بھن، ۸۔ برہمن مر گئے ری، ۹۔ یہی کٹ کاگ اڑتے تھک رہے ری، ۱۔ بہی کت کاگ اودھورم رہے سب، ۲۔ ہوئی کٹ کاگ اودھو تھک گئے ری، ۴۔ ن ۵ میں یہ شعر یوں ہے:

خبر پیو کی نہ پائی ہائے ماری   بھیا کٹ کاگ اودھو تھک رہے ری

اودھو کت گئے ری، ۷۔ موئے کت کاگ اودھو تھک رہے ری۔ اودھو تھک رہے ری، ۳، ۶، ش۔

نوٹ: ن ۵ میں اس شعر کا دوسرا مصرع شعر نمبر ۷۷ کا پہلا مصرع ہے اور شعر نمبر ۷۷ کا دوسرا مصرع نمبر ۷۸ کا پہلا مصرع ہے۔

(۷۹) ×، ۵۔ توں حال میرا، ۲، ۹۔ بیں صباتیں حال میرا، ۳۔ اے فک بیں حال مارا، ۴۔ ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ہیں۔ پیا کو کہو، ۷، ۸، ۱۰، ش۔ نوٹ: ن ۹، ۱۰ اور ش میں یہ شعر نمبر ۸۰ کے بعد آتا ہے۔ کرے ٹک ایک پھیرا، ش۔

(۸۰) کسے دوں ہاتھ ری ہائے، ۴۔ نہ نکسے جی مرو بس کھائے ری ہائے، ۵۔ کسے رے ہائے رے ہائے، ۱۰۔ ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ہیں اور پہلے مصرع میں دوسرا ''ہائے'' غائب ہے۔

(۸۱) یہ شعر صرف ن ۸ میں درج ہے۔

(۸۲) کس دیس چھایا، ۲، ۵، ۷، ۸، ۱۰۔

(۸۳) سکھیوں۔ ۱، ۲، رُت اب کنوار، م۔ آہی، ش۔ اب تک، ۱، ۹۔ کی خبر سن اب لگ نہ آئی (؟)، ۱۔ نباہی، ش۔

(۸۴) کیسے جیوے، ۴، ۷، ۹۔ جییں، ۲۔ کیوں کر جیویں، م۔ ناریں، ۸۔ پیہ، ۱۰، ش۔ اری روتی، ۲۔ روتے کٹی ہے، ۵، ش۔ سب عمر

ساری،۴،۱۰۔ جنم روتے،۷۔ جنھوں روتے،۱۰۔

(۸۵) ارے توں کاگ،۵۔ سانورے کے پاس لے جا،۱۰۔ ن ۸ میں یہ شعر نہیں ہے۔

(۸۶) یہ شعر صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ہے۔

(۸۷) گر مجھ سناوے،۹۔ پیا کا مجھ بچن مکھ کا سناوے،۹۔ نوٹ: یہ شعر بھی صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ہے۔

(۸۸) ×،۳،۵۔ کنا گت جب پیارا پیو آوے،۱۔ کنا گت جب پیارا پیو جو آوے،۴،۹،۱۰۔ کنا گت جب پیارا پو جن آوے،۸۔ کنا گت جب پیارا پیہ آوے،ش۔ تجھے دیکھے مہر کر کر بلاوے، ۱،۲،۶،۸۔ تجھے دیکھے کرم کر کے بلاوے،۱۰۔

(۸۹) پگوں کوں،۷۔ پگن پر سیس،م۔

(۹۰) ×،۴، ارے اے کاگ،۲،۳،۵،۶،۷۔ کاگ پاتی،۱،۲،۵، ۶،۷،۸۔ سکھ نہ مانے،۱،۲،۳،۵،۶،۷،ش۔ سکھ نہ جانے،۸۔ دردمنداں،۲،۷،۱۰۔

(۹۱) ×،۷،۸،۹،۱۰۔ ہمارے پیو کوں جا کہہ کے آوے،۱۔ ہمارے دیس کو جا کہہ کے آوے،۳۔ ہمارے یار کو جا کہہ کے آوے،۴۔ کنا گت نیو رتے دونوں جلد آوے،۴۔

(۹۲) ×،۷،۹۔ گر کاک من باشم،۱۔ کاہ جو ۳،۱۰۔ کاک خود باشہ،۸۔

(۹۳) ×،۳،۱۰۔ کنا گت سیں بہت یہ دکھ کہے ری،۲۔ نورتے،۷۔ نتو ترے (؟)،۸۔ نہ آئے،۱،۲۔ کس جا،۱۔ کت رہے ری،۹۔

(۹۴) ×،۳،۷،۸۔ بوجھنے،۴۔ پوجھے،۱۔ پوجے،۲،۹۔ کرم میرے سدا بپتا لکھی رے،۱۔ سدا بپتاں ۲۔

(۹۵) دیس، جا کر،۲،۱۰۔ ملا کر،۲،۸۔ چھپا کر،۴،۹،۱۰۔ اپس کوں، ۲،ش۔ دوسرا مصرع: رنگیلی سیج پہ کلی بچھا کر،۱۔

(۹۶) کہوکا ے،۹۔ گے ،۱۰۔مکھ دیکھاوے ،۷۔مکھ دکھاؤں ،۸،۹،
۱۰۔رہواس باغ میں منہ بت دکھاؤ،م۔جوتجھ سیتی اگراک
قول،۴۔مکھ سوں،۷۔جوتجھ سوساچ کریک قول،۸۔ٹک
قول،۹۔

(۹۷) گل لگاؤ،۸،۱۰،ش۔گل لگاوے،۷،۹۔پکڑہاتاں،۷۔پکڑ
ہتھیاں،۸۔سلاوے،۷،۹۔پلنگ اوپر بٹھاؤ،ش۔پلنگ اوپر
بساؤ،م۔

(۹۸) ×،۳۔کہ تیرے دکھ ستی،۲۔تیرے فکر سے ا،۴،۵،۶،۱۰۔فکر
سوں،۷،۸۔کہ تیری برہوں سوں،ش۔ دن رات،۷۔
روے......کھوئے،۹،۱۰،ش۔ بہ غم شب جو بنا،ا۔بہ ینم سب ہی
تجھ بن باج،۴۔بہ غم سب خوبیاں،۵۔دریغا جو بنا،۷۔بہ نیم
شب،۸۔

(۹۹) ×،۴،۵۔سبھی ناری پیاسنگ سکھ،۲۔بہ اغیاراں صنم تو،۳۔باغیار
صنم جو(خارج وزن)،۷۔باغیارے،۸،۱۰۔بعیاری،۹۔سو
دکھ،۳،۶،کرت ہیں......بھرت ہیں،۲۔یودکھ،۷۔تم اوراں
سیں پیاری سکھ کرت ہیں رہمن سی برہنی سودکھ بھرت ہیں،ش۔

(۱۰۰) پیاپردیس جاہیں اور کے راج،۲۔دیاپردیس موں تم،۷۔دیا
پردیس جاسوکن کے تیئں راج،ش۔بھلایا مجھ نہیں تجھ نین میں
لاج،ا،۲۔بھولایا کن تمھیں تج میں نہیں لاج،۲۔نین میں،
۳،۸،ش۔

(۱۰۱) کیوں کر پڑی،۹۔گئیں ہیں تجھ بنا،ا۔گئے پھٹھ تجھ بنا روتے،
۲۔بھئی ہیں تجھ بنا خلوت مرے نین،۷۔ہوئے ہیں تجھ بنا
اندھے مرے نین،۹۔روت دواُنین،۱۰۔ جرے چیت آہ
سوں جل تھل دواُنین،ش۔

(۱۰۲) × ،۱،۴،۵۔ارے ظالم ندارد، ۱۰۔قیامت ہے قریں،م۔ قیامت ہے کھڑی،ش۔

(۱۰۳) × ،۱،۴،۵۔جلا کراز، ۱۰۔زآہن (؟)،۷۔زآہ سنگ سنداں (؟)،۸۔دروں چوں سنگ سنداں، ۱۰۔تو زآہ در منداں،ش۔زآہش، ۳، ۶،ش۔

(۱۰۴) × ،۱،۴،۵۔سوزغم میں،۷۔غم موں، ۱۰۔عمر جاوے......کا سناوے، ۹۔غم سے،م۔سب عمر،ش۔سبھن کو دیکھ پیارے کے سنگاتی،م۔سبوکوں،۷۔سبھوسیں،ش۔

(۱۰۵) × ،م۔کوئی اس سجن کوں،۷۔پیاسوں،۸۔سجن سوں، ۱۰۔کوئی اس سجن سوں،ش۔پھر آئے کر،۷، ۱۰۔سنے پھیرا کرے،۸۔سنے دل سوں سبھی دیکھے،ش۔

(۱۰۶) رہے گی،۳۔سجن بن،۷۔تمھیں بن،۸۔جلتی رہے گی،۳۔

(۱۰۷) ماہ س،۷۔ماس،۸،م۔شام،۷۔سام،۸۔سیام، ۹، ۱۰۔
نوٹ: ن ۷اور ۸ میں یہ شعر ماہ سوم کا آخری شعر ہے، جب کہ دوسرے نسخوں میں ماہ چہارم کا پہلا شعر۔

(۱۰۸) نکھرے فلک، ۱، ۲، ۳، ۶، ۱۰۔برسانت،۷۔گھر پھرے، ۸،م۔

(۱۰۹) یہ سیج، ۴، ۸۔پیہ بن، ۱۰۔

(۱۱۰) × ،۴۔بھلی چاندن، ۱۔بھئی چندنی، ۳۔بھیا چاندن، ۲۔بھلی چندنا،۷۔ہوئی چاندن، ۹۔بھئی چاندنی، ۱۰۔ناریاں کوں، ۸، م۔ہوا پھندا ہمن سی، ۲۔بھئی پھندا، ۳۔پڑی بپتا، ۸۔خواریاں کوں، ۸،م۔

(۱۱۱) دیوالی، ۱۔جاؤ ہے، ۴، ۷، ۸، ۹۔آئی ہے، ۵۔راکھی دیوائے یار (؟)، ۱۔راکھی دیری بازار، ۴۔راکھا دیوائے یار (؟)، ۵۔

گھر اپنے دیورا یار (؟)، ۶۔ بھئی گلزار، ۹۔

(۱۱۲) پیہ بن، ۱۰۔ یہ زندگی، ۸۔ دوہیری، ۷۔ زندگی یہ مجھ پہ ڈ ہیلی، ۵۔

(۱۱۳) کس کن کہوں، ۱۔ کا سے، ۲، ۳، ۶۔ یو درد غم، ۷۔ نہ یو بد جیئوں (؟)، ۷۔ یہ آوے جی منے ڈس کھامروں ہائے، ۹۔ کھا مروں ہائے، ۱۰۔ کہوں جا...... کھامروں جا، م۔

(۱۱۴) ×، ۳۔ پیری بھئی رے، ۱، ۴، ۵، ۹۔ بوری بھئی رے، ۲، ۷، ۸۔ درد سے، ۹۔ برہانے لئی رے، ۱، ۴، ۸۔ ڈھی رے، ۵۔ پیری بھئی ہوں...... رہی ہوں، ۱۰۔

(۱۱۵) یہ شعر صرف ن ۲، ۷، ۸ اور ۹ میں موجود ہے۔ دکھا سر آہ سوں رووت گئے نین، ۲۔ دوکھے سر آہ سوں، ۷۔ ڈراکر آہ سو، ۸۔ نوٹ: ن ا میں یہ شعر نمبر ۱۱۴ کے بعد آیا ہے۔

(۱۱۶) ×، ۱۰۔ اکیلی بن پیا، ۱۔ پیا بن ایک پل، ۴۔ پیا بن اکیلی، ۷۔ (خارج از وزن)۔ کب لگ سہوں گی، ۲۔ میں اکیلی کیسیں رہوں ری، ۵۔ پیا بن میں اکیلی کیوں رہوں ری، م۔ غم اوپر غم کہو، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، م۔ نوٹ: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۱۰، م میں یہ شعر ماہ اگہن میں شعر نمبر ۱۳۶ کے بعد درج ہے۔

(۱۱۷) ارے اے تم کبھو جو سانچ بولو، ۲۔ ارے اب، ۸۔ ملیں کب لگ بدیسی سیام کہولو، ۷۔ ملن مجھ سوں بدیسی سیام کہولو، ۸۔ ملیں مجھ سیں، ۲۔ ملے مجھ سیں بدیسی سیام لولو، ۱۰۔ نوٹ: یہ شعر ن ۱، ۴، ۵، ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ میں درج ہے۔ نوٹ: ن ا میں یہ شعر نمبر ۱۱۴ کے بعد آیا ہے۔

(۱۱۸) ×، ۱، ۸۔ برہمن پوتھی دیکھی کچھ نہ پایا، ۴، ۵۔ سبھی پوتھی تھکی پھر کچھ، ۲۔ بہمن پوتھی دکھی، ۳۔ برہمن دیکھ پوتھی کچھ، ۷۔ دکھی پوتھی

برہمن، ۶۔ بہمن پوتھی دکھی پر، ۱۰۔ سکھی میں پوچھ، ۷۔

(۱۱۹) بھئی چپ میں نہ اب پوچھوں کسی کوں، ۴، ۶۔ کسی سوں، ۳۔ نہ بولوں اب، ۸۔ نہیں کوئی ہے میری غم ری سوں، ۲۔ غم رہی کوں، ۱، ۵۔ غم زدی کوں، ۴۔ نہیں دستا ہے کوئی، ۷۔ نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر اختلاف مصرع کے ساتھ اس طرح ہے:

بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کرم کوں — کہ لے جا آئے کر مجھ بے شرم کوں

(۱۲۰) کہاں جائے، ۱۔ جہا کرای کہوکت مرائے (؟) ۲۔ کا آپ بھریے، ۲۔ سکھی کت، ۷۔ ن ۵ میں یہ شعر یوں ہے:

کہاں گھر پیو کے اٹ جایئے جی — لکھا اپنے کرم کا پایئے جی

(۱۲۱) نہ جانو، ۱۔ ۷، ۸۔ کہیں جیو کب تلک اِسے دکھ سہے گا، ۷۔ نکل جیو، ۸۔ نکس سی جیو مرا یہ دکھ سہے گا، ۱۰۔

(۱۲۲) یہ شعر صرف ن ۷ میں ہے۔

(۱۲۳) سکھی منکر سیا رو (؟)، ۱، ۹۔ کا تک گیا اب اگھن، ۲۔ تجھ پر سیہ رو، ۴۔ سنو سکھیو کہ اگہن ماس، ۵۔ سکھی ممکن شیہ رو ماس، ۷۔ سکھی مجھ پر سمارو، ۸۔ گیا اگہن سکھی اب پوس، م۔ کا گدھی، ۱۔ کا گت، ۲۔ کاغذ، ۴، ۵، ۶، ۱۰۔ سجن اپنی نگہہ کدھیں نہ پایا، ۷۔ سجن آیا نہ پاتی، ۸۔

(۱۲۴) سر دی پڑی رے، ۲، ۸، ۹۔ غم اگن میں میں، ۱۔ دہی رے، ۳۔ تن میں، ۶، ۷۔

(۱۲۵) بر بام یکدم، ۱۔ اٹھوں نت یوں چڑوں، ۷۔

(۱۲۶) بہ ہر یک، ۱، ۴، ۶۔ ہر یک گویم ایں، ۸۔

(۱۲۷) × ۲، ۲۔ گئیں بورائے انکھیاں انتظاری، ۳۔ گئی مرجھائے انکھیاں انتظاری، ۵۔ گئیں پتھرائے انکھیاں انتظاری، ۶۔ گئیں اندھرائے انکھیاں انتظاری، ۹۔ گئیں بورائے انکھیاں ز انتظاری،

۱۰۔ نوٹ: ن ۷ میں مصرع ثانی مصرع اول ہے اس طرح، ع: گئی چندسی انکھاں کی انتظاری۔ ن ۸ میں مصرع ثانی یوں ہے، ع: غم او پر غم کہو کیسے سہوں ری۔ یہ مصرع تھوڑے اختلاف کے ساتھ شعر نمبر ۱۱۶ کا مصرع ثانی ہے۔

(۱۲۸) ×، ۸۔ پہلا مصرع، ع: تمامی ہوش و عقلم سب گئی رے، ۱، ۴۔ تمامی ہوش عقلم لٹ گئی رے، ۶۔ تمامی ہوش عقلم گم گئی رے، ۷۔ دوسرا مصرع، ع: عنان دل ز دستم چھٹ گئی رے، ۱، ۳، ۴، ۶، ۷۔ تمامی عقل و ہوشم، ۹۔ چھٹ گئی ہے...... لٹ گئی ہے، ۲، ۱۰۔

(۱۲۹) ×، ۸۔ مرے پاچھیں، ۱۔ مرے پیچھو، ۳۔ پاچھیں بھی، ۵۔ پاچھے، ۷، ۹۔ مرے پیچھے بھی ناحق، ۲، ۴، ۶۔ نیاحق، ۱۰۔

(۱۳۰) ×، ۸، م۔ مجھ چھوڑ، ۱۔ مجھ چھاڑ، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶۔ اپنے کاج لاگو، ۵۔ مجھ سے دور، ۱۔ مجکوں دور، ۷۔ مجھ سے، ۹۔

(۱۳۱) ×، م۔ نہ تم ہمرے، ۱، ۱۰۔ نہ ہم تمرے نہ تم ہمرے، ۳۔ ارے سکھ اپنے کوں آگ لاؤ، ۱، ۳، ۴، ۷، ۱۰۔ اب دھاؤ، ۱۔

(۱۳۲) ×، م۔ کاہے بلاؤ، ۴۔ کاہے جراؤ، ۳، ۱۰۔ نصیحت گر، ۴، ۵۔ کاہے خبر دیو...... کوں ملا دیو، ۷۔ پیارے کو، ۹۔ پیارے کوں، ۱۰۔

(۱۳۳) ×، ۸۔ یوں آوتا ہے، ۱۰۔ عاشقاں کوں، ۷۔ نوٹ: ن ۱۰ میں اس کے بعد شعر نمبر ۱۷۸ اور ۱۷۹ ادرج ہیں۔

(۱۳۴) ×، ۸۔ کروں کنٹھا گلے، ۲۔ سب چیز پھاڑوں، ۴، ۵۔ جوگن کے، ۲، ۵۔ ارے میں بھیس، ۷۔ بھیکھ، ۹۔ بھیک، ۱۰۔ ن ۱۰ میں یہ شعر، نمبر ۱۳۳ سے قبل آیا ہے۔

(۱۳۵) ×، ۸، ۱۰۔ میں دھون، ۱۔ پی کے دیس، ۱۔ دھویں، ۳۔ دھونیں،

۹۔ ہزاراں نالہ غمگیں سنا کر، ۴۔ ہزاراں آہ نالہ کے، ۵۔ ہزاراں آہ کے نعرے بجا کر، ۷۔

(۱۳۶) x، ۸، ۱۰۔ دلربا کے، ۱، ۷، ۹۔ گھر پکاروں، ۲۔ گھر جگاؤں، ۳، ۴۔ پیا کے وصل، ۹۔

(۱۳۷) x، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۰، م۔ نہیں ہے آس اب جیو کے، ۷۔

(۱۳۸) x، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۰، م۔ اگھن دکھ دے گیا، ۷۔ پیا بن نین ترسی ہو مروں ری، ۷۔ ن ۷ میں یہ شعر ۱۴۰ کے بعد آیا ہے۔

(۱۳۹) x، ۱۰، م۔ ٹک لک، ۲۔ مجھ پر لاکھ، ۴۔ مجھ پر سال، ۵۔ اے ماس، ۷۔ مجھ پر اک بتیا (؟)، ۸۔ سیام، ۷، ۸۔ نوٹ: ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر نمبر ۱۳۷ سے قبل آیا ہے۔

(۱۴۰) اگھن بتیا سکھی، ۱۔ اگھن دکھ دے گیا، ۷، ۸۔ گیا اگھن سکھی، م۔ اب پوہ آیا، ۱۔ اگھن دکھ دے پر اب یہ پوس، ۴۔ پیارے نے مجھے دل سے بھلایا، ۱، ۴، ۵، ۶۔ پیارے نے مجھے دل سوں بھلایا، ۲، ۳، ۷، ۸۔

(۱۴۱) پڑے پالاں، ۷۔ کپے تھرتھر، م۔ مراد یہہ، ۲۔ لاگی مری نیہہ، ۲، ۷۔ نہ جانوں کس گھڑی، ۳۔ اری کس، ۹۔

(۱۴۲) ہمن کانپے، ۲۔ ہمن کانپوں، ۷، ۸۔

(۱۴۳) کوئرا، ۳۔ بھئی ہوں کوئلا، ۲۔ جل بَل، ۱، ۲، ۳، ۶، ۷، ۸۔ پیا بن کوئلا جل بل بھیا تن، ۸۔ بھئے نس سال مجھ پر ماس سو دن، ۱۔ نس مانس، ۳، ۵۔ نہیں یہ سال مجھ پر مانس، ۴۔ بھئے نس ماس مجھ پر سال صد دن، ۹۔ بھئے نس ماس مجھ پر سال نس دن، ۷۔ نہیں اس سال مجھ پر ماس نس دن، ۸۔ بھئیں نس مانس مجھ پر سال شد دن، ۹۔

(۱۴۴) x، ۸۔ یہ مانس، ۲۔ اس ماس میں، ۷۔ پیو کن، ۳۔

(۱۴۵) یہ شعر صرف ن ۱۱ اور ۸ میں درج ہے۔

(۱۴۶) یہ شعر بھی صرف ن ۱۱ اور ۸ میں آیا ہے۔

(۱۴۷) x، ۸۔ برہ نے آئے جادی (؟)، ۲۔ برہ نے آ چھاروں، ۹۔ سکھی کا ہے، ۲۔ مائے سوری، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶۔ پڑی گل میں ہمن کے پاؤں بیڑی، ۷۔

(۱۴۸) x، ۸۔ آہ ڈیرا، ۲۔ پیو کو سیرا، ۲۔ پیو کن سویرا، ۳۔ کتھا میرا کہو، ۷۔ پیو سے، ۹۔

(۱۴۹) x، ۸۔ وگر جانم زتن، ۲۔ والا جاں زتن، ۴۔ مگر غم سوں، ۲۔ اسی غم سوں، ۱، ۴، ۵، ۶۔

(۱۵۰) x، ۸۔ اجی ملاّ، ۱، ۴، ۵، ۶۔ پیا کے ملنے کی فال دیکھو، ۷۔ (خارج از وزن)۔

(۱۵۱) یہ شعر صرف ن ۷ اور ۹ میں ہے۔ بر آوے ہمارا، ۷۔ وگر نہ جان جاتا ہے ہمارا، ۷۔

(۱۵۲) x، ۸۔ ہو یگا...... ہو یگا، ۷۔ ن ۷ میں یہ شعر نمبر ۱۵۳ کے بعد آیا ہے۔

(۱۵۳) x، ۸۔ سیانو کہ کچھ ٹونا، ۲۔ سلونے سانورے ٹونا، ۳۔ سنو سیانو ارے، ۷، ۹۔ پھرورے، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶۔

(۱۵۴) x، ۱، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸۔

(۱۵۵) یہ شعر صرف ن ۹ میں ہے۔

(۱۵۶) سبھو نے، ۷۔ مجھ کوں پیا نے، ۹۔

(۱۵۷) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۵۸) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۵۹) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۶۰) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۶۱) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۶۲) یہ شعر صرف ن ۱ میں ہے۔

(۱۶۳) چلیا پوس اے سکھی لاگی بہت کھات (؟)، ۷۔ چلا پوس اے سکھی یو بیت کر ہاتھ (؟)، ۸۔ لائے بہت ہاتھ (؟)، م۔ دوسرا مصرع: نہ پوچھا ایک دم ازمن یکے بات، ۲۔ ن ۵ میں پہلا مصرع اس طرح ہے، ع: گئیں سب خوبیاں ہیہات، ہیہات۔

(۱۶۴) یہ شعر صرف ن ۷، ۹ اور م میں ہے۔ ظُلَم مرے اوپر، ۷۔ ٹھانا کیا ہے، م۔ ہمن کو دکھ دیا ہے، م۔ نوٹ: ن ۷ میں یہ شعر ۱۶۷ کے بعد آیا ہے۔

(۱۶۵) درد دکھ سوں، ۷۔ کروں کیا اب نہ آئے دیس بیتا، ۷۔ مکا نش ماگھ لینا، ۲، ۳، ۴، ۵۔ مکانش ماہ بیتا، ۱، ۸۔ ماہ بیتا، م۔ دوسرا مصرع، بدیسی سیام نے پھیرا نہ کیتا، م۔

(۱۶۶) یہ شعر صرف ن ۶، ۷، ۸ اور م میں ہے۔ سائیں سے، ۶، م۔

(۱۶۷) یہ شعر صرف ن ۷، ۹، اور م میں آیا ہے۔ اب ماگھ، م۔ فراق اب پوس، ۷، م۔ پیارے نہیں، م۔

(۱۶۸) یہ شعر صرف ن ۷ میں درج ہے۔

(۱۶۹) ×، ۹۔ ارے اس ماس اپنا مولیاری + مجھے غم کی اگن نے اب لیاری، ۳۔ لگا یہ ماہ اپنا موں لیاری، ۴۔ اگن نے تو لیاری، ۴۔ ازنو لیاری، ۵۔ ارے اس ماہ انبہ مولیاری (؟)، ۷۔ لگا یہ مانہہ امن پنا مولیاری (؟)، ۸۔ جو آیا ماگھ آفت موڑیاری، م۔

(۱۷۰) ×، ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۹۔ بسنت اب گایئے ری، ۴، ۸۔ زتار آہ تن من تایئے ری، ۴،

(۱۷۱)۔ ×، ۱۔ سکھی میں نے ہوئی، ۲۔ سکھی منتی کرے، ۳، ۵۔ سکھگی بکتی پھروں، ۴، ۶۔ سکھی پنتی کروں، ۷۔ کہو دن رین کی، ۵۔ دین

رین تم ،۲۔ سنوتم رین کی ، ۷، ۸۔

(۱۷۲) × ، ۱، ۶۔ پھروں دوڑی بہ غم ،۲۔ پھروں بوری دیوانی پیہر کی دیدار، ۷۔ بزوردرد، ۴۔ بوری دوانی بہر دیدار، م۔ نپاؤں کو نچہ صحرای بازار، ۷۔

(۱۷۳) × ، ۱، ۲۔ جو میں شب چنگ قامت کا بجاؤں ، ۴، ۵، ۶۔ چو شب میں چنگ قامت کل بناؤں ، ۷، بشب چوں چنگ قامت کو بناؤں ، ۸۔ ارے چپ آنسوؤں کے ،۳۔ آنجھوؤں کے ،۴، ۸۔ آنسواں کے ، ۷۔

(۱۷۴) × ، ۱، ۵۔ درد جان غم کشیدہ ، ۲، ۶۔ دردل و جاں ، ۴، م۔ شراب دردغم جانم کشیدہ ، ۷۔ دل جاں غم کشیدہ ، ۸۔

(۱۷۵) × ، ۱، ۵۔ دلدارم ،۴۔ بجان ما۔ ۸۔ کہ اے دلبر، ۹۔ مہر سلیمانی ، ۲، ۸۔ بایں مور سلیمانی ،۴۔ بایں مورے سلیمانم ،۳، ۶۔ بہ ایں مورے سلیماں یک ، ۷۔ کہ من مورم سلیماں یک ، م۔

(۱۷۶) × ، ۱۔ ارے پردیس جا، ۶۔ بسا پردیس میں ، ۷، سکھ نہ دیجے ، ۲، ۳، ۶، ۸۔ سنگ نہ دیجے ، ۴، ۸۔ برہمن کے تیں دکھڑا، ۵۔ اتا دکھڑا برہنی کو نہ دیجے ، ۹۔

(۱۷۷) × ، ۱۔ دن رات ، ۷، ۸۔

(۱۷۸) × ، ۱، ۴، ۵۔ سو برس بیتا ، ۷۔ بیتیں ، ۸۔ مجھ برس بیتا ، ۹۔ بیک ساعت ترے اندوہ کیتے ،۲۔ نہ یک ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ۷۔ بیک یک ساعت مجھے اندوہ چھتیں ، ۸۔ نہ اک ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ۹۔ اندوہ چھوٹے ، م۔

(۱۷۹) × ، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۰۔

نہوئی مجکوں یک ساعت تیرا یاد
نہیں آتی کدھیں مجکوں کہ کیا یاد، ۷۔

(۱۸۰) × ، ۱ ۔ گئی گذری نہ آیو، ۲ ۔ آون نہ کینا، ۹ ۔ پھیرا نہ کینو، ۳ ۔ مدت ہوئی، ۸ ۔ کا گت ...... نہ دیو، ۲ ۔ کاغذ، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸ ۔ نہ یک کاغذ کسی کو لکھ بھی دینو، ۸ ۔ ذرا ٹک لکھو پانتی ہت نہ دینو، ۷ ۔ ذرا کاغذ، م ۔ کہیو، دیجو، ۵ ۔ نہ دینا، ۹ ۔

(۱۸۱) × ، ۱، ۶ ۔ کن کہی ہے، ۲، ۹، ۱۰ ۔ ایسی سختی، ۱۰ ۔ چنیں سختی، ۳ ۔ سختی ستی جو گن بھئی رے، ۴ ۔ کن بدی ہے، ۵ ۔ کن جو بدی رے، ۷ ۔ کہو جی کن کہے ری، ۸ ۔ بھو تم کوں نہی ہے، ۲ ۔ دنیائی رہی ہے، ۳ ۔ تمھیں کچھ لاج، ۴ ۔ ارے کچھ لاج، ۷ ۔ تمھن کچھ، ۸ ۔ نہیں رے، ۴، ۷، ۸ ۔ ارے تجھ لاج لوگن کی نہیں ہے، ۹ ۔ نہیں ہے، ۵، ۱۰ ۔ نوٹ: نمبر ۹ میں یہاں سے اشعار ماہ کاتک کے تحت آتے ہیں۔

(۱۸۲) × ، ۱، ۶، × ، کرکے، ۲، ۵، ۸ ۔ اب لک نہ آئے، ۹ ۔ کس سوت نے باتوں لگائے، ۴، ۵، ۱۰ ۔ سوک، ۹ ۔ سوکناں، ۷ ۔ کن دتیوں نے، م ۔

(۱۸۳) × ، ۱ ۔ وفاداری، ۷ ۔ سے، ۶، ۸، م ۔ اپنا دکھ غیر کے پیو کو (؟)، ۲ ۔ غریباں، ۸ ۔

(۱۸۴) × ، ۲، ۳، ۵، ۶، ۹، م ۔ نہ پوچھی یکدم از من آئے کر بات، ۴ ۔ نہ پوچھی آئے کر یکدم صنم بات، ۷ ۔ نہ پوچھی یکدم از من آن کر بات، ۸ ۔

(۱۸۵) جو دل میں تھا، ۷، م ۔ جانے تھی (؟)، ۱۰ ۔ کری کیوں تم ہمن سوں، ۴، ۸ ۔ ہمن سوں کیوں کری تھی، ۵ ۔ کری تھی کیوں ہمن سوں آشنائی، ۷، ۱۰ ۔

(۱۸۶) × ، ۱، ۳، ۵ ۔ دل نہ لیجے، ۲ ۔ جانتے، ۴ ۔ من نہ لیجے، ۶ ۔ من نہ دیجے، ۷، ۸ ۔ پریت، ۲، ۶ ۔ سے، ۶، ۸ ۔ پاچھے، م ۔

(۱۸۷) x، ۱، ۵، ۷، ۸۔ گئے سو برس پیو، ۲۔ گئی پیو چاندنی، ۴۔ گئے لور چاندنی (؟)، ۶۔ جان دے، ۹، ۱۰۔ نمبر ۹ اور ۱۰ میں مصرع الٹ گئے ہیں۔

(۱۸۸) یہ شعر صرف ن ۳ میں ہے۔

(۱۸۹) x، ۱، ۳، ۵۔ آرہا ہے، ۴۔ آ گیا ہے، ۶۔ آوتا ہے، ۷۔ آلگا ہے، م۔ ملوتو دیکھ لیونا پھر دغا ہے، ۲۔ ملوں تو واوانا تو ودا ہے، ۸۔ ملو دیکھ لونا تو دغا ہے، ۹۔ ملوتو دیکھ اورنا تو دغا ہے، ۱۰۔

(۱۹۰) x، ۱، ۸۔ دردتم نے کچھ نہ جانے، ۲، ۵۔ ہمارا درد، م۔ ہماری بھی پرت تم کچھ نہ جانی، ۷، ۸۔ تجھ نے، ۱۰۔

(۱۹۱) x، ۱، ۵۔ ہمن کے کاج سوں، ۲۔ ہمارے کام کو، ۶۔ ہمارے کام میں، ۴۔ کام موں، ۸۔ ہمیں سیں کام دھیرج تم دھرت ہو، ۷۔ ن نمبر ۹ میں یہ شعر ۱۹۳ کے بعد ہے۔

(۱۹۲) x، ۱، ۴، ۵، ۶۔ تیرے، ۹۔ دلبر تمھارے، ۲، ۳۔

(۱۹۳) x، ۱۔ اگر، ۹۔ چھاڑو، ۲، ۵۔ چھاڈو، ۹۔ کروہو، ۴، ۵۔ کرت گیا ہو، ۸۔ مجھے چاڈو کرونی کیوں کھکیڑا، ۷۔

(۱۹۴) x، ۱، ۴، ۵، ۶۔ جاناں، ۲، ۳۔ پردیس، ۹۔ وس دیس، ۲۔ ارے میں آ کھ، ۲۔ ارے ٹک، ۷، ۸۔

(۱۹۵) x، ۱، ۴، ۵، ۶۔ تجے، ۷، ۸۔ کچھ جتن، ۹۔

(۱۹۶) x، ۱، ۴، ۵۔ کٹھن ہیگا پیا بن، ۲۔ کہو کو جا تجن سوں، ۲۔ پیاسے، ۷، ۸۔ کہے کو اُو جا پیا سنگ، ۱۰۔

(۱۹۷) x، ۱، ۴، ۵، ۶۔ ماہ، ۷، ۸، ۹۔ ماگھ موں مکھ آ، ۲۔ دوسرا مصرع: پڑا اسانسا مجھے جیو کے رہن کا، ۳۔ بھروسا نئیں مجھے جیو کا رہن کا، ۷، ۸۔ پڑا اسانسا مجھے جی کے رہن کا، ۹۔ ن ۱۰ میں اس کے بعد کے اشعار عنوان ''بیان ماہ پھاگ'' کے تحت درج ہیں۔

(۱۹۸) ×، ۱، ۲، ۴، ۵، ۶۔ ن ۷ میں یہ شعر ''ماہ پھاگن'' کا پہلا شعر ہے اور اس طرح ہے:

گیا جب ماہ دونا دکھ بھیاری   جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری

(۱۹۹) گیا اب، ۱، ۵۔ گیا سب، ۴۔ گیا جب ماہ، ۱، ۴، ۶، ۷، ۸۔ سکھی ہے ہے کہ پردیسی نہ آیا، ۱۔ پیا پردیس چھایا، ۸۔ سلونے شیام کو پردیس بھایا، ۹۔ ن ۷، ۸ میں یہ شعر ''ماگھ'' مہینے کا آخری شعر ہے۔

(۲۰۰) یہ شعر صرف ن ۹ میں ہے۔ ن، م میں دوسرا مصرع اس طرح ہے: سجن پردیس نت دکھڑا بھروں ری۔ اور ن ۷ میں یہ اس طرح درج ہے:

سجن بن دیس مجھ سونا بھیاری (؟)

سجن پردیس نت دکھ مَیں بھروں ری

(۲۰۱) ارے اب تم یہ سنو یہ درد مجھ سوں، ۱۔ ہمن کا، ۲۔ یہ درد من سوں، ۴، ۵، ۶، ۸، م۔ یہ دردمن سے، ۹۔ دردمند سوں، ۷۔ تم درد من سوں، ۱۰۔ جلا فرقت سے پردیسی سجن کا، ۲۔ دکھڑا مجھ سجن کوں، ۷۔ کہے کوئی، ۱۰۔ سجن سے، ۹۔

(۲۰۲) کہے بامھن، ۱۔ کہیں برہن، ۲، ۷۔ سلونے روپ، ۱۔ سبھوں نے رنگ روپ اپنا بنایا، ۷۔ رنگ پایا، ۲، م۔

(۲۰۳) چلی ہنستی ہوئی، ۷، ۸۔ چلیں بن بن، ۱۰۔ مدر سوں، ۲، ۴۔ اپنے مندھر سوں، ۷، ۸۔ جا اپنے سجن سوں، ۴، ۵۔

(۲۰۴) ×، ۱۔ مزعفر، ۲، ۳، ۹، ۱۰۔ معطر چولیاں سب پہن، ۶۔ چوریاں، ۳۔ مظفر چونری، ۴، ۷، ۸۔ سو ہار نکائی (؟) ۷، ۸۔ پہن آئیں، ۱۰۔ کہر موں مہنگا بھراویں، ۲۔ کہر میں مانگا، ۳۔ رنگ سے مانگیں، ۴۔ سبھوں میں کھورے مانگا چرائیں (؟)، ۶۔

سبھوں نے رنگ سیں، ۹۔ موتیوں مانگاں جمائیں، م۔

(۲۰۵) ×، ۲۔ ڈاروں، ۳۔ سرمہ سب ہیں ڈاریں، ۴۔ سرمے سیاہ، ۵۔ بچشم دل سیاہی سرمہ ڈاریں، ۷۔ بہ چشم مست سیاہی سرمہ ڈاریں، ۹۔ لب دنداں، لب از دنداں، ۱۰۔

(۲۰۶) ہر یکس، ۱۰۔ کروں کیا، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۹۔ مہوتی بڈائی، ۱، ۶، ۹، ۱۰۔ ہوئے بڈائی، ۲، ۵، ۔ ہوتی برائی، ۳، م۔

(۲۰۷) ×، ۳۔ ز مژگاں تیر واز ابرو کماں کج، م۔ ن ۷، ۸ میں یہ شعر ۲۰۹ سے قبل ہے۔

(۲۰۸) بن ہے مکھ پر سب، ۲۔ غمز ہے گلبہ پر، ۴۔ بن رہا، ۷، م۔ گلے ہے بد پڑی، ۶۔ گلے، ۸۔ گرے مالے پڑے، ۱۰۔ اور پائے، ۹۔

(۲۰۹) دو زلفاں گنج خوبی، ۱۔ لگاہاں گنج، ۳۔ کرکان ساجن، ۱، ۲، ۸، ۱۰۔ مرکان، ۶۔ بل کھائے، ۳، ۴، ۵۔ زلفاں کی زوفن، ۷۔ جوں ناگ کا پھن، ۹۔ کج کھائے، م۔

(۲۱۰) کہ گر دم تک کسی کوں ڈنک، ۱۔ کہ گروہ یک، ۲، ۶۔ کسو کے، ۳، ۵۔ ارے یہ ناک جس کوں ڈنک لاوے، ۷۔ کہ گر ذرہ کسی کو ڈنک لاوے، ۸۔ اگر ٹک وہ کسی کے، ۹۔ اگر وہ ناگ کس کوڈس کے جاوے، م۔ زہر وس کی قیامت لگ، ۲۔ ڈسیا اوس کا، ۷۔ زہر اوس کا، ۸، ۱۰، م۔

(۲۱۱) دوسرا مصرع: وگر ساز د نگاہے، ۱۔ نماید یک نگہہ در سوئے، م۔

(۲۱۲) آواز، ۳۔ بچھواں کی، ۷، ۱۰۔ سنے از ہر طرف، م۔ ابرن بھرن، ۳۔ اپنی برن اور روپ سنگار، ۵۔ سار سنگار، ۶۔ ٹھاٹ سنگار، ۷۔ ساتھ سنگار، ۸۔

(۲۱۳) زہر سو مست ہوشیار، ۳۔ رود ہوشم زہر سو مست سرشار، ۷۔ مست وسرشار، م۔ لے بر کشف، ۳، ۶، ۔ در کشف، ۸۔

(۲۱۴) اپنے سے،۱،۳،۴،۶،۷،۸،۹،م۔اپنے سوں،۲۔

(۲۱۵) ×،۴۔رنگاں کے مٹکاں،۲۔رنگوں کے کھیلیں،۶۔رنگوں کے شیشے،۹۔رنگوں کے مٹکیں،۱۰۔بھرے مٹکے رنگوں کے،۵۔م۔ اچھیں،۷۔

(۲۱۶) گلال اور رنگ لیئس ناریں،۱۔بھری ہیں شکل ناری،۲۔بھئی ہیں لعل،۴۔بھرے او لعل،۵۔ہوئیں ہیں لعل،۶۔بھری ہیں لال ساریں،۷۔نال ناری،۱۔نال نیاری،۳۔پیا کے تال،۶۔ نال ساریں،۷۔پیا کے ساتھ،م۔

(۲۱۷) ×،۵۔کہیں ...... کہیں،۱،۳،۴،۷،۸،۹،۱۰،م۔کہیں مردنگ کہیں ڈھولک یو باجے،۷۔اور طور گاجے،۱،۴،۶،۸۔سازندہ اور طنبور گاجے،۲۔اور تور گاجے،۳،۱۰۔اور تار گاجے،۷۔ہور طور گاجے،م۔

(۲۱۸) عبیروں کو،۲۔عبیروں سے،۴۔گاویں بجاویں،۱،۴۔ہولی مچاویں،۶۔کھیلیں کھلاویں،۸۔

(۲۱۹) ×،۶۔غرائب دوہریں،۱۔اسی میں دوہرے،۵۔اپس سوں دوہرے غزلاں سناویں،۱۰۔غزلاں،۷،۸۔ہولیاں،۱،۴، ۵،۷،۸۔

(۲۲۰) کہنے موں،۲،۵،۸۔ہرا تن جلاوے،۲۔تن ہرا،۳،۴۔مورا تن،۱۔

(۲۲۱) دھمالاں لڈتیاں،۲،۳،۴،۷،۹۔دھماراں دھومیاں،۶،۸۔ دھماراں دیتیاں،۱۰۔سب مل کرت ہیں،۲۔ناریاں عشرت کرت ہیں،۷۔سب کچھ کرت ہیں،م۔

(۲۲۲) اری میں،۲۔سکھی میں رہ گئی،۴۔ولے میں ہی رہی،۵۔ولے میں رہ گئی،۷۔جاتے مجھ اُپر،۱،۸،۱۰۔جائے مجھ اُپر،۴،۵۔

مجھ اُپر دِن، ۹۔

(۲۲۳) x، ۵۔ تم کو پیا، ا۔ نہیں کچھ فکر تجکو ہے، ۲۔ پیا کچھ دکھ، ٦۔ پیا تم کو نہیں، ۸۔ تج کوں، ۱۰۔ کچھ فکر، ۱۰۔ یاد سے، ا، ٦، م۔ مشکل یاد سوں، ۷۔ مطلق یاد سو، ۷۔ مجکو بسارا، ۲۔ مطلق یاد سوں، ۱۰۔

(۲۲۴) دوسرا مصرع: کہ اب تک گھر کو اپنے تم، ۲۔ کہ باہر جا کے پھر گھر ہو نہ آئے، ۳۔ کہ تا ہنوز گھر تم پھر نہ آئے (؟)، ۷، ۹۔ تا ہنوز گھر تم کیوں نہ آئے (؟) ۸۔ کہ تا ہنوز تم گھر کوں نہ آئے، (؟)، ۱۰۔

(۲۲۵) x، ۵۔ خطائے، ۴۔ سیر ے، ۲، ۸۔ خبر میری سو بھی پھر، ۷۔

(۲۲٦) جان ز تن چلتا رہے گا، ا، ۳، ۷۔ دوسرا مصرع: اگن غم میں جگر جلتا رہے گا، ا، ۴، ٦، ۸۔ اگر نہ آئے کر پھر کیا کرے گا، ۷۔ کہو یہ خون کس کے گل پڑے گا، ۹۔ نسخہ نمبر ۷، ۸ میں یہ شعر ۲۲۹ کے بعد ہے۔

(۲۲۷) زودی زود آرے، ۹۔ گلے سوں گل، ۲، ۳۔ مہر کر کے گلے سوں مجھ لگاؤ، ۷، ۸۔ مجھے گل سوں لگاؤ، ۱۰۔ لگارے، ۹۔

(۲۲۸) x، ا، ۴، ۵، ٦۔ ارے بالم، ۷، ۸، ۱۰، م۔ پاؤں، ۲، ۳، ۴۔ پایں، ۹۔ ۷، ۸۔ ترے پیّاں پڑوں گی، م۔ قربان کروں گی، م۔

(۲۲۹) x، ا، ۴، ۵، ٦۔ ہور ہوں ری، ۲۔ جو کچھ مجکوں کہے گا سو سنوں گی، ۷، ۸۔ دل و جاں تجھ اُپر قربان کروں گی، ۹۔ جو کچھ مجھ کوں سَہاوے گا سہوں گی، ۱۰۔ جو کچھ مجکو سناوے گا سنوں گی، م۔

(۲۳۰) x، ا، ۴، ۵، ٦، م۔ آورے آو، ۷، ۸۔ آؤ گھر رے، ۱۰۔ دکھلاؤ رے آؤ، ۷، ۸۔

(۲۳۱) x، ا، ۴، ۵، ٦۔ ہور ہی ری، ۹۔ نمانی جو دیوانی، ۷، ۸۔ نمانی بل

دِوانی، ۹۔ نمانی چہ دِوانی، م۔

(۲۳۲) ×، ۱، ۳، ۴، ۵، ۶۔ دکھ کہوں گی، ۷۔ دُکھ سناؤں، ۹۔ دوسرا مصرع:

غم اوپر غم کہو کب لگ سہوں ری، ۲۔

نہیں یو دکھ ایسے کب لگ بکوں گی، ۷۔

نہیں طاقت مجھے کب لگ سہوں رے، ۹۔

نہیں آدرا سے کب لگ سہوں رے، ۱۰۔

(۲۳۳) ×، ۹۔ نہ مانے وہ کہو کیا جتن کیجے، ۱، ۳، ۴، ۵، ۶۔ نہ جانے وہ کہو کیا جتن کیجے، ۲۔ نہ مانا اُن کہا کیا چین کیجے، ۷۔

(۲۳۴) ×، ۱، ۴، ۵، ۶۔ مشہور ہے جو چیت ہوئیں، ۲۔ نقل مشہور جب یو بخت الٹے، ۷۔ جو بخت روٹھے، ۹۔ میت ہوئیں، ۲۔ بھئے جب، ۷۔ بھئے سب بیر بھائی میت کھوٹے، ۹۔ بھئے سب میت اخوان خویش کھوٹے، ۱۰۔

(۲۳۵) ×، ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۱۰۔ کوئی من میت میرا، ۷۔ پیو کوں سویرا، ۷۔

(۲۳۶) ×، ۱، ۶۔ دیہن، ۲۔ سب دیہی پری، ۵۔ تمہارے ہجر سے گھر میں پڑی رے، ۴۔ جو ماری آہ ہجراں ...... ری، ۷۔ بہ نار ہجر سب دیہی جرے ری، ۸۔ ہوری بھئے ری، ۲۔ گھر کت رہ رہی ری، ۳۔ گھر کت رم رہے ری، ۵۔ ہوری برے ری، ۸۔

(۲۳۷) ×، ۱، ۴، ۵، ۶۔ گیا پھاگن، ۹۔

(۲۳۸) سکھی اب، ۱، ۵، ۹۔ سکھی یہ، ۴، ۷، ۸، م۔ آئی سہائی، ۱، ۲۔ آئی توائی، ۳، ۴، ۵۔ آئی نوائی، ۸، ۹۔ سکھی اب چیت مانس آیا تو آئے، ۵۔ آئی نہ آئی، ۷۔ گیا جب ماہ پھاگن چیت آیا، ۶۔

اجھوں لگ آس میری ،۱۔ برنہ لائی ،۵ ،۷۔ پھولی پھلواری اور سب رنگ لایا ،۶۔ اجھوں آنند ،۱۰۔

(۲۳۹) پھلواریاں ری ،۱ ،۳ ،۶ ،۷ ،۸ ،۱۰۔ ناریاں ری ،۱ ،۳ ،۶ ،۷ ،۸ ،۱۰۔ سیریں ،۴ ،۵ ،۸۔ کریں عشرت ،۱۰ ،م۔ کریں ہیں سب ،۹۔ سیرآ ،۲۔

(۲۴۰) x ،۵ ،۶۔ ہار پھولوں کے ،۱۔ بھنور پھولوں کا ،۲۔ لڑی پر پھول پھولن کی ،۴۔ رہیں ہیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ،۷ ،۸۔ سوئی ہیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ،۹۔ کی لگی آگ ،۲ ،۷ ،۸ ،۹۔ داغ ،۱۰۔

(۲۴۱) سہاری ،۴ ،۸ ،۹۔ درد وغم ہم نے سہا ،۶۔ سہا ہے ،۸۔ درد دکھ ،۱۰۔ ہر دم دہے ری ،۲۔ ہر دم رہاری ،۴ ،۶۔ ہر دم رہا ہے ، ۷۔ دیاری ،۸۔ دیے ری ،۱۰۔ ہر دم دیا ،م۔

(۲۴۲) x ،۵ ،۶۔ دن رین مجھ ناگن ،۲۔ ڈسے ،۴ ،۸۔ جگ ہنسے ہے ، ۴۔ پھروں دوری ،۱۰۔

(۲۴۳) x ،۴ ،۵۔ پریم پھانسی ،۲ ،۶۔ مرے گر میں پھنسی ہے ،۹۔ گل موں ،۲ ،۶ ،۷۔ گر موں ،م۔ ہوا مرنا مرا ،۱۔ اورن کی ہانسی ، ۷۔ بھیا مرنا مرا ،۸۔ نوٹ: میر حسن نے یہ شعر اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے۔

(۲۴۴) پھروں تھی ،۱ ،۲ ،۳ ،۴ ،۶۔ روتی پھروں ری ،۷۔ موں ڈرتی پھروں تھی ،۸۔ پھرے تھی ،۹ ،۱۰۔ نصیحت بہت اپنے کو ،۱۔ نصیحت اپنے کو آپی ،۲۔ نصیحت میں میں ،۴۔ نصیحت آپ کوں نِس دن کروں ری ،۷۔ نصیحت میں اپن کوں نت کروں تھی ،۸۔ کرے تھی ،۳ ،۶ ،۹۔ کروں تھی ،۱ ،۴ ،۸ ،۱۰۔

(۲۴۵) پنچھی کی لگن ،۶۔ اری سکھ دے ،۴ ،۸۔ اری دے دل ،۷۔

ہزاراں دکھ نہ دیجے، ۸۔ ہزاروں، ۹۔ ہزاراں دکھ نہ لیجے، ۱۰۔

(۲۴۶) x، ۶۔ مسافر سے، ۱، ۴، ۹، م۔ رورو گنوایا، ۲۔ روتے، ۳، ۷۔ جنم اپنا، ۹، م۔

(۲۴۷) نین برجی نا، ۱، ۳۔ پرچیں نا، ۲۔ برچھی نا، ۴۔ برچھی نا رہی ری ہے، ۵۔ دو نین برچی نا، ۶۔ برچی نا رہی ری، ۷، ۹، ۱۰۔ برچھنہار ریا ہیں، م۔ لے کر پرائے بس، ۱۔ بس پڑی ہے، ۵۔ بس کیا ہیں، م۔

(۲۴۸) یہ شعر صرف ن ۳ میں ہے۔

(۲۴۹) x، ۱، ۲، ۴، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰

پیا دل دے سٹک چلتے رہے ری، ۷۔
دونوں مانی سدا جلتی رہے ری، ۳۔
اری اے نین لی رسوا کررے ری، ۷۔

(۲۵۰) یہ شعر صرف ن ۳ میں درج ہے۔

(۲۵۱) x، ۵، ۶۔ بحالم ای صبا بہر خداری، ۴، ۸۔ باتی ہماری، ۲، ۳۔ باتاں ہماری، ۷۔ پیا پا جاسنا، ۹۔

(۲۵۲) x، ۵، ۶۔ تم ہی ہمن سے، ۱۔ دل نے ہمن سیں، ۳، ۱۰۔ دل موں ہمن سوں، ۲۔ کری دل سوں ہمن سوں بے وفائی، ۷۔ کریں...... آشنائی، م۔

(۲۵۳) x، ۵، ۶۔ اے جان میں کھایا، ۱، ۸۔ ارے میں جان کے کھایا دغا، ۲۔ دغا، ۳، ۹، ۱۰، م۔ ارے اے جان من کیا یادگاری، ۴۔ ارے انجان میں کھائی دغاری، ۷۔ تجھ سے، ۴، ۷، ۸، ۹، م۔ تجھ ایسے سنگدل، ۱۰۔

(۲۵۴) x، ۵، ۶۔ گھر کہے کی، ۲۔ تو گھر کہے کی، ۳۔ کر گئے کی، ۴۔ گھر گئے کی، ۷۔ اب تو گئے کی، ۸۔ کر کہی کی، ۱۰۔ پھروں ہوں، ۸۔

مرت ہوں، م۔

(۲۵۵) ×، ۱، ۵، ۶، ۷۔ نار ہا، ۴۔ اری بل نیک، ۸۔ تن میں، ۹۔ بل بدوہ تن سوں، ۱۰۔ خاکستر بھیاری، ۴۔

(۲۵۶) تم نہ کیجو، ۱، ۷، م۔ آن کر، ۱، ۳، ۴، ۸۔ خبر میری سیر ے آن لیجو، ۵، ۶۔ شتابی درعقب، ۲۔ کچھ نہ کیجو، ۷۔ دیدار دیجو، ۷، ۸۔

(۲۵۷) ×، ۲۔ چلتی رہے گی، ۳، ۵، ۱۰۔ پیا بن برہنی، ۳، ۴، ۵، ۷، ۹۔

(۲۵۸) یہ شعر بیساکھ کے ذکر میں پہلا شعر ہے، ۱، ۴، ۵، ۱۰۔ ارے بھادوں ارے ساون، ۱۔ کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں ہے، ۷۔ کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں رے، ۸۔ کہاں بھادوں ارے ساون کہاں رے، ۹، ۱۰۔ کہاں ہے...... جہاں ہے، م۔ ملوٹک آئے یہ فانی جہاں ہے، ۷۔ ملوٹک آئے پردیسی جہاں ہے، ۱۰۔

(۲۵۹) کروں کیسا، ۱۔ پھروں کیسے، ۲۔ کھرے کیا، ۳۔ کریں کیسے، ۴، ۸۔ رہوں کیسے، ۵۔ کروں کیسی، ۶۔ گیا چیت، ۷۔ بھری کیسی، ۱۰۔ کہ کویل انبہ پر، ۱۔ کویل بھی، ۴۔ انبہ چڑھ کے، ۶۔ کویل پھر، ۹۔ کویل نیں اٹھ برہ پر شور لایا (؟)، ۱۰۔

(۲۶۰) یہ شعر صرف نمبر ۹ میں درج ہے۔

(۲۶۱) یہ شعر صرف ن ۹ میں درج ہے۔ ن م میں اس طرح ہے: جری سر پاؤں لگ ہے ہے اکیلی۔ نوٹ: مطبوعہ نسخے میں شعر نمبر ۲۶۷ کے بعد یہ اشعار ملتے ہیں۔ ان میں بہت سے ناموزوں اور غلط درج ہیں:

سنی آواز اور کویل کی بتیاں
پڑے کیوں چین دن رین مجھ چھتیاں؟
گھڑی کیسی لگی ہے آگ تن میں

پڑی پیچھے تڑپتی ہے اگن میں
پھولے ٹیسو لگی ہے آگ بن میں
جرے جیوڑا، پڑی ہے آگ من میں
دیہی سر پاؤں لگ بیراگ سیتی
ہوئی جل کویلا اس آگ سیتی
اری کویل کہو پردیس جائے
سبھی بتیاں ہمن پر اس کو سمجھائے؟

ارے تجھکو پیا پردیس بھایا
برہنی کو دیا تیں دکھ سوایا
ارے دار وا سے دکھ کروتم (؟)
پگ اس کے لے مرے سر پر دھروتم
نمانی گرونصیحت ہوں دوانی (؟)
بھئی جو درد سوں تیری نمانی

(۲۶۲) ہمارے پی، ا، ۱۰۔ پیو گھر نا ہیں، ۲۔ اجھوں گھر نہ آئے، ۳۔ گھر اجھوں نہ آئے، ۵، ۶۔ اجھوں لگ، ۱۰۔ اجھوں نا گھر، م۔ کے بس پڑے ری، ۴، ۸، م۔ کن سوت نے باتوں لگائے، ۵، ۶۔ ارے کن دوتی، ۷۔ نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر جیٹھ مہینے کے تحت نقل ہے۔

(۲۶۳) ×، ا، ۳۔ اس ماہ، ۱۰۔ ہمن حیران و سرگرداں پھرت ہیں، ۲، ۴، ۵، ۶، م۔ ہمن سی خوار سرگرداں پھرت ہیں، ۷۔ ہمن حیران سرگرداں پھرت ہیں، ۸۔ ہمن سی خوار و سرگرداں پھرے ہیں، ۱۰۔

(۲۶۴) در ہر دو عالم، ۷۔ بھیا امروز سکھ، ۸۔ بھیا ہے سکھ انند، م۔ خدا پر ہے مرا معلوم حالم، م۔

(۲۶۵) ×، ۶، م۔ از بس بھیاری، ۲۔ مراسب سکھ، ۱۰۔ تم بے خوابی سے میرا بھیاری، ۶۔ سارا بھیاری، ۷۔ تم بے خواب جیو (ل)، ۸۔

(۲۶۶) ×، ۵، ۶۔ سکھی یہ دن کو میں کیسے بھروں گی، ۲، ۱۰۔ یہ دن کہو کیسے بھروں گی، ۳۔ سکھی یہ دن کھو، ۷۔ ایکلا کیسے پھروں ری، ۹۔ دن رَین کیسے بھروں گی۔ م اب بس، ۱۔ بن بکھ، ۲۔ نہیں اب صبر میں، ۴۔ نہیں ہے صبر مجھ، ۸۔ پکھ، ۱۰۔ مروں گی، ۱۰۔ فکر بِس کھا کر، م۔

(۲۶۷) ×، ۵، ۶۔ تجن سے، ۱، ۹۔ تجن کو، ۲۔ کہے دکھ کوئی مرے جائی تجن سوں، م۔ جلن سے، ۱۔ کہ آکر وہ دِکھے مری جلن کو، ۲۔ ملے آکر وہی جانم جتن سوں، ۷۔ ملیں (آن کے) زود بیراگ من سے، ۹۔ بھلا ہے تب کہ چھوٹے جان تن سوں، م۔ نوٹ: مطبوعہ نسخے (م) میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر درج ہیں:

گیا بیسا کھ کنتھا گھر نہ آئے
بھئے پردیس میں جا بس پرائے
سکھی اس رُت اگر ساجن نہ آویں
مروں گی میں مجھے جیتا نہ پاویں

(۲۶۸) لگو یہ جیٹھ، ۱۔ دیکھوں اب جیٹھ سوں دھو پاں پڑت ہیں، ۲۔ لگا اب جیٹھ یہ، ۳۔ لکھوں اب جیٹھ میں دھو پاں پڑت ہیں، ۵۔ سکھی اب جیٹھ میں دھو پاں پڑے ری، ۷۔ ایا اب جیٹھ، ۸۔ لگی اب جیٹھ رت دھو پاں پڑت ہیں، ۹۔ لگو اب جیٹھ یہ، ۱۰۔ سکھی اس جیٹھ میں دھوپیں پرت ہیں، م۔ پھرت ہیں، ۲، ۵، ۹، م۔ لگا اب جیٹھ رے دھو پاں ٹرت ری رہمن یک خوار و سرگرداں پھرت ری، ۶۔

(۲۶۹) × ، ۲ ، ۸ ۔ آگ موں غم کی ، ۱ ، ۴ ۔ اب آگ غم کی موں ، ۳ ، ۶ ۔ ہمن ہی آگ غمکیں موں ، ۵ ۔ ہمن اس آگ غم کی میں پھرت ہیں ، ۷ ۔ ہمن اس آگ غم میں یوں ، ۱۰ ۔ ہمن اس آگ غم کی میں جرت ہیں ، م ۔ علاوہ دوسرے دھوپاں پڑت ہیں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۶ ۔ علاوے دوسرے پاواں جرت ہیں ، ۷ ۔ لوواں پڑت ہیں ، ۹ ۔ علاوے دوسرے لویاں پڑت ہیں ، ۱۰ ۔

(۲۷۰) × ، ۳ ۔ ناریاں سب ، ۲ ، ۳ ۔ بچھائے تخت اوپر چاندنیاں ری ، ۵ ۔ بٹھیاں ہیں تخت اوپر ناریاں ری ، ۷ ۔ تخت پر سب ناریاں ری ، م ۔ پیا کے سنگ ، ۵ ، م ۔ ساریاں سب ، ۲ ، ۳ ۔

(۲۷۱) × ، ۲ ، ۶ ، ۱۰ ، م ۔ دوسرا چھڑکاؤ کرتے ، ۵ ۔ چھڑکاؤ کرتیاں ، ۷ ۔ باؤ کیجے ، ۱ ۔ باؤ دیتے ، ۴ ، ۸ ۔ باؤ کرتے ، ۵ ۔ فراش بادکش کی باؤلیتیاں ، ۷ ۔ فراش و بادکش کی باؤ کیجے ، ۹ ۔

(۲۷۲) ۔ کے اے سکھی ہیں اب پیا ، ۱ ۔ جو ہوویں گے سکھی اس رت پیا گھر ، ۱۰ ۔ ہیں میسر ، ۳ ، ۶ ، ۷ ۔

(۲۷۳) × ، ۴ ، ۵ ، ۸ ۔ ہمارے پا برہنہ ، ۱ ۔ ہمارے پانو تلک ہے دھوپ برسیں ، ۲ ۔ گھر سیں ، ۲ ۔ پی باج دردر ، ۹ ۔ پیو باج دردر ، ۱۰ ۔ دوڑتی بے تاج دردر ، م ۔

(۲۷۴) × ، ۵ ۔ دوپہری ایکلی ، ۱ ۔ دوپہری دھوپ ہی کیا ، ۸ ۔ ٹھیک میں ، ۹ ۔ بھرت ہیں ، ۹ ۔ جستجو میں مَیں پھرت ہوں ، ۳ ، ۴ ۔ پیا کی نت جو میں بنتی کرت ہوں ، ۶ ۔ من میں کرت ہوں ، ۷ ۔ میں نت کرت ہوں ، ۸ ۔ پیا کے پاس بن رووت مرت ہوں ، ۹ ۔

(۲۷۵) × ، ۱ ، ۵ ، ۸ ۔ پگن موں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۱۰ ۔ پھپھولے ہو چلے سارے بدن موں ، ۱ ، ۲ ، ۵ ۔ سکھی لو ہو چلے سارے بدن موں ، ۴ ۔ نوٹ : ن ۴ میں اس کے بعد یہ شعر ہے :

اری یہ کاگ نے مہینوں جلایا

پیا کی جستجو نے سر دُکھایا

(۲۷۶) ×، ۷، ۸۔ اٹھے بیٹھے کی، ۲۔ جاں بلب کب لگ، ۲. نہ جانوں جاں بہ تن کب لگ رہے ری، ۳۔ جیو دکھت کب لگ، ۴۔ جاں زتن، ۵۔ تمامی دیہہ برہا (نے دہی) رے، ۹۔ تن میں جاں کب لک رہے ری، ۱۰۔ جانِ من، م۔ نوٹ: ن ۹ میں اس کے بعد یہ ناکمل شعر ہے:

چھٹے اب جیوڑا دوکھ سے ہمارا

لکھے ہے سب جگ دکھاوار؟؟

(۲۷۷) ×، ۲۔ لوں تیری، ۱، ۴، ۵، ۹۔ گوسینیاں، ۸۔ نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر بھی ہے:

پیارے بن گئی سدھ بدھ جو موری

ارے میں تو بھئی بن دام چیری

(۲۷۸) جا کہے کوئی، ۱۔ کوئی جا کہے، ۴، ۵، ۔ سکھی جا کون بولے، ۷۔ سکھی گر کوئی کہے جا، ۱۰۔ پر جفائے، ۲۔ پر جفا اور، ۴۔ جفا گر بے وفا سوں، ۵، ۶۔ سکھی کوئی جا کہے اوس، ۸۔ بے وفا و پر جفا سے، ۹۔ بے وفا سوں، پر جفا سوں، ۱۰۔ پر جفا و خود نما سوں، م۔ نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر ہے:

تمامی درد دکھ اس یا وری کا

کہ ساز دفکر کچھ اس داوری کا

(۲۷۹) ×، ۴، ۵، ۸۔ کہ بارہ مانس بھی تم بن بھجائے، ۲۔ کہ بارہ مانس، ۳۔ رو رو، ۶۔ یہ گیارا ماس میں روتے گنوائی، ۸۔ اور ے ظالم اجھوں تم گھر نہ آئے، ۶۔

(۲۸۰) ×، ۱۔ ترے غم سوں بہ لب جاں آرہا ہے، ۴۔ ۸۔ سلگتا جیو لبوں پر

آرہا ہے، ۵۔ سکن جیونین پر آرہاری، ۲۔ نہ نکسے جیو، ۳۔ سکتا جی، ۷، م۔ سکتا جیو، ۸، ۹۔ شکستہ جیوں کیوں تیرا رہا ہے، ۱۰۔
نوٹ: ن نمبر ۷ میں اس کے بعد یہ شعر ہے (والاّ جاں زتن باہر پڑے گا) جو دوسری جگہ درج کیا جا چکا ہے۔

(۲۸۱) ×، ۴، ۵، ۸۔ اپنے کو دکھاؤ، ۱، ۶، ۹، م۔ اپنے کوں، ۷، ۱۰۔

(۲۸۲) ×، ۲، ۴، ۵، ۶، ۱۰۔

(۲۸۳) یہ شعر صرف نسخہ م میں ہے اور تسلسلِ شعری کے پیشِ نظر داخل کر لیا گیا ہے۔

(۲۸۴) آساڈھ، ۸، ۹۔ نہ جانو، ۱۔

(۲۸۵) ×، ۱، ۴، ۵۔ سنوری رات کی، ۶۔ موری کہانی، ۲، ۳، ۶۔ کمر کو موڑ کے، ۲، ۳، ۶۔ کمر کو موڑ کر، ۷، ۹، ۱۰۔

(۲۸۶) چاو، ۲، م۔ سرسوں، ۲، ۹، ۱۰۔ نئے سر سے مجھے دکھڑا دیاری، ۵، ۶، م۔ مصرع اول شعر نمبر ۱۴۰ کا مصرع دوم ہے جو اس سے قبل آ چکا ہے۔

(۲۸۷) زدیدہ اشک باراں دل گرفتم، ۴۔ ن ۴، ۶ اور ۸ میں مصرعوں کی ترتیب موخر مقدم ہے۔ ن م میں یہ شعر جیٹھ کے ماہ میں درج ہے۔ اشک افگندن، ۷۔

(۲۸۸) یار اغیار، ۱۰۔ یار و غم خوار، م۔ بجز حق کس ندیدم در جہاں یار، ۷، م۔

(۲۸۹) ×، م۔ ن ۱ میں یہ شعر ۲۸۸ کے بعد درج ہے۔ خدارا درد مارا، ۷۔

(۲۹۰) دیگر نہ نالم، ۲۔ دیگر نیا بم، ۴، ۵، ۶۔ دوسرا مصرع: بجز تو نیست دیگر در خیالم، ۲۔ بجز او نیست، ۶۔ نباشد بادشاہم، م۔ دیگر نباشم، ۱۰۔ نمائی شب بروز پادشاہم، ۱۰۔

(۲۹۱) یہ مقسوم، م۔ بروں آرم، ۱، ۲، ۴، ۶، ۷، ۸۔ بروں آور ز اندوہ ندامت، ۹۔ کہ برہانم ز اندوہ غرامت، ۱۰۔

(۲۹۲) یہ شعر صرف ن ۶ اور ۱۰ میں درج ہے۔ خود را بہ رحمت، ۱۰۔ صحیح کن (خارج از وزن)، ۱۰۔

(۲۹۳) اری میں سوگئی، ۵، ۶، ۸۔ ابواب عنایات، ۱۔ ابواب حاجات (خارج از وزن)، ۲۔ ابواب مہمات، ۴، ۵، ۶۔ ابواب فتوحات، ۳۔ چوں ابواب حاجات، ۷۔ ابواب مرادات، ۸۔ ابواب مناجات، ۱۰

(۲۹۴) یاریاں سب، ۱۔ گاوتیں ہیں...... آوتیں ہیں، ۱۰۔

(۲۹۵) ×، ۴، ۵۔ بڑے دیوان میں، ۱۔ بڑے ایوان موں، ۲، ۳۔ مرے ایوان میں ہے شمع سوزاں، ۶، ۸۔ بھئی ہے روشنی سارے مندر ماں، ۶۔ مندل ماں، ۸۔ میرے مندر ماں، ۱۔

(۲۹۶) نہ دیکھی، ۷۔ عجب حیراں بھئی، ۴، ۵۔

(۲۹۷) یہ شعر صرف ن ۳ میں درج ہے۔

(۲۹۸) کنے، ۱، ۳، م۔ سکھی تعبیر، ۲، ۷۔ کنھوں، ۵۔ آخر گشتہ، ۲۔ کنھاں، ۹۔

(۲۹۹) ×، ۲۔ سادی، ۶۔ شاداں، ۷۔ اری یہ بات سن شرمار ہی رے، ۸۔ سادھی، م۔ دیکھن کو، ۴۔ نس دیکھن، ۵۔ دیکھن ہوں لگی، ۲۔ میں گئی رے، ۹۔

(۳۰۰) لپکتا آوتا ہے، ۴، ۵۔ بخوبی ماہ را، ۱، م۔ بحسن ماہ، ۴۔ بحسنت ماہ کو، ۸

(۳۰۱) یہ شعر صرف ن ۳ میں درج ہے۔

(۳۰۲) ×، ۲، پائن پڑی، ۱، ۵، ۶۔ پیاں پڑی، ۳۔ سکھی میں دوڑ کر پاین پڑی ری، ۷۔ دوڑ کر پایوں پڑی ری، ۸۔ لیتی، ۱۔ لپٹی گرے،

۶۔ لائے گلے ری، ۷، ۸۔ لینی، گرے لائے، ۹۔ پاین، ۱۰۔

(۳۰۳) x، ۵۔ وصل یار، ۲۔ چہ دلہا یار، ۴۔ رہا جی، ۳، ۶۔ زرا ہے یار پایا، ۱۰۔ دکھڑا گنوایا، ۲، ۷۔ جھگڑا چکایا، ۳۔ دکھڑا امٹایا، ۴۔

(۳۰۴) x، ۸۔ چولالہ سرخ گشتہ، ۱، ۲، ۳۔ چولالہ گشت سرخ رنگ رویم (خارج از وزن)، ۷۔ بہر دم کعبہ وصلش بجویم، ۲۔ گفتگوئے جاں، ۴۔ گفت جامی را، ۷۔

(۳۰۵) ن ۱۰ میں حضرت جامی کے اس شعر سے قبل یہ ذیلی عنوان قایم کیا گیا ہے۔ ''قول حضرت جامی''۔ خوشا وقتے، ۳، ۱۔

(۳۰۶) x، ۳، ۵۔ چراغ روشنائی، ۷۔

(۳۰۷) x، ۵، ۶، ۸، م۔ یہ عشق، ۲۔ دیکھو اس عشق، ۷۔ دکھی پاچھے مجھے دکھڑا دیاری (؟)، ۷۔ بہ غم دیگر، ۲۔ دیکھو یہ عشق، ۱۰۔

(۳۰۸) x، ۵۔ چوسر و شطرنج، ۷۔ یہ عشق سازی، ۹۔ ندانی چوپڑ و شطرنج، ۱، ۱۰۔

(۳۰۹) x، ۵۔ نجانوں، ۲، ۴، ۶، ۷۔ ایسا نجانوں، ۸۔ تمی، ۱۔ تجھے لس آگ، ۲۔ تمہیں، ۴، م۔ آگ غم کی موں نہ پڑنا، ۶۔ اس اگن، ۸۔

(۳۱۰) x، ۴، ۵۔ نجانوں، ۲، ۶، ۷۔ محبت خانہ راموسی نجانوں (؟)، ۷۔ خانہ بھانسی نجانو (؟)، ۸، ۱۰۔ خانہ راباسی (؟)، ۱۔

(۳۱۱) x، ۲، ۴، ۵، ۷۔ عشق وعشرت کو نچھورو، ۸۔ تن من سو نچھورو، ۸۔ ارے یہ عشق وعشرت، ۹۔ پیا کا ناؤں، ۱۰۔ تن من میں، م۔

(۳۱۲) x، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸۔ یکد ہے آسودگی، ۱، ۳۔ ایک دم، ۲۔ نیستم، ۳۔ اندوہ وغم آلودگی، ۱، ۳۔ پالودگی نیست (؟)، ۲، م۔

(۳۱۳) x، ۲، ۴، ۵۔ کیوں دکھڑا ابھرت ہو، ۳۔ بناحق، ۷۔ عبث اس (آگ میں) غم کی جرت ہو، ۷۔ غم موں کیوں مرت ہو، ۸۔ بن موت غم میں، ۹۔

(۳۱۴) ×، ۵، عشق کا بیڑا، ا۔ عشق کا پنڈا، ۹۔

(۳۱۵) ×، ۴، ۵۔ مجھ پرُ ڈ ہیلا، ۲۔ اب یک قدم چلنا، ۳، ۶۔ بھیا تھا یک قدم چلنا، ۸۔ بھیا اک دم مجھے جیونا، ۹۔ بھیا اب یک قدم جانا، ۱۰۔

(۳۱۶) ×، ۵۔ دلدار پاؤں، ۶۔ جو درغم زیستم غم خوار پایا، ا۔ چولرزیدم زجاں، ۲۔ چو دردم غم خوار، ۴۔ جو قربانش شدم، م۔ چو درزانداں غم غم خوار پاؤں، ۶۔ چو درزیدم غمے، ۹۔ چوں درزنداں غم، ۸۔

(۳۱۷) ×، ا، ۲، ۴، ۵۔ تمامی روز وشب، م۔

(۳۱۸) ×، ا، ۲، ۵۔ اگر بردار ہے تَیں ہچوں منصور۔

(۳۱۹) ×، ا، ۲، ۴، ۵۔ جاں دادن برستی، ۶۔ نہ ترسی، ۹۔ دربرسی، ۳۔ نہ رستی، ۶۔ درپے برسی، ۹۔ خود پرستی، ۸۔ درسرشتی، ۸۔

(۳۲۰) ×، ا، ۲، ۵۔ احقرازیں، ۴، ۱۰، م۔ خموش آخر، ۳، ۶۔ کنھوں، ۳، ۶، ۱۰۔ بیدرد اس دکھ کی نجانی، ۶۔ کھنو نے حدّ اس غم کی، ۸۔ کسو نے سار، ۹۔ ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ۳۲۵ کے بعد آیا ہے۔

(۳۲۱) ×، ا، ۲، ۴، ۵۔ بیا اے دلربا، ۹۔

نوٹ نمبرا: ن ۲ میں شعر نمبر ۳۲۰ کے بعد یہ دو شعر مزید درج ہیں:

دریں دنیا نہ کیجے آشنائی

کہ پچھتاونا پڑے جب ہو جدائی

قصہ سارا کہا گوپال افضل

کہ شد معشوق سوں عاشق کو واصل

نوٹ نمبر۲: ن ۸ میں شعر نمبر ۳۱۴ کے بعد یہ اشعار آتے ہیں:

ولے فارغ ز دردِ عشق دل نیست

تن بیدرد او جز آب وگل نیست

زعالم رویت آوردہ غم عشق
کہ باشد عالمے خوش عالمے عشق
غم عشق از دل کس کم مبادا
ولے بے عشق در عالم مبادا
فلک سرگشت از سودائے عشق است
چناں پُر فتنہ از غوغائے عشق است
اسیر عشق شو کاز ادباشی
غمش در سینہ نہ تا شاد باشی
مئے عشقت دہد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی
اگر مجنوں نہ مے زیں جام خوردے
کہ او را در دو عالم نام بردے
ہزاراں عاقل و فرزانہ رفتند
ولے از عاشقی بیگانہ رفتند
نہ نامے ماند از یشاں نے نشانہ
ندر دست زمان و آستانہ
بسا مرغانِ خوش الحان رفتند
کہ خلق از ذکر ایشاں لب نہ بستند
چو اہل دل زعشق افسانہ گوید
حدیثِ بلبل و پروانہ گوید
بگیتی گرچہ صد کار آزمائی
ہمیں عشقت دہد از خود رہائی
متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ از بہر حقیقت کارسازیست

بلوح اول الف با تا نخواند
بقرآں درس کردن کے تواند
شنیدم شد مریدے پیش پیرے
کہ باشد در سلوکش دستگیرے
بگفت از پا نشد در عشقت از جای
برو عاشق شو آنگہ پیش من آی
کہ بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعۂ معنی چشیدن
ولے باید کہ در صورت نمانی
وزین پُل زود خود را بگزرانی
چو خواہی رخت در منزل نہادن
نباید بر سر پُل ایستادن
بحمد اللہ کہ تا بودن درین دیر
براہ عاشقی بودم سبک سیر
چو دایہ ناف من بے مشک دیدہ
بہ تیغ عاشقی نافم بریدہ
چو مادر بر لبم پستان نہادہ
بخوں خواری ز عشقم شیر دادہ

ooo

عاشور نامہ

(روشن علی)

شمالی ہند کا قدیم ترین شہادت نامہ

مُرتبہ

پروفیسر مسعود حسین خاں اور سید سفارش حسین رضوی

شائع کردہ

شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

رقعاتِ رشید صدیقی

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے خطوط پروفیسر مسعود حسین خاں کے نام

مُرتبہ

پروفیسر مسعود حسین خاں

شائع کردہ

شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اردو کا المیہ

پروفیسر مسعود حسین خاں

یہ کتاب ہندوستان میں اردو کی لسانی صورتِ حال کا نہ صرف صحیح جائزہ پیش کرتی ہے، بلکہ اردو کے موقف کی بھرپور وضاحت وحمایت بھی کرتی ہے

مُرتبہ

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ

شائع کردہ

شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اردو لفظ کا صوتیاتی اور تجز صوتیاتی مطالعہ

پروفیسر مسعود حسین خاں

ترجمہ

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ

یہ کتاب پروفیسر مسعود حسین خاں کے تحقیقی مقالے A Phonetic and Phonological Study of the Word in Urdu کا ترجمہ ہے جو انھوں نے 51-1950 میں فرانس میں اپنے قیام کے دوران تحریر کیا تھا۔ چوں کہ یہ مقالہ انگریزی میں تھا اس لیے اردو دنیا تک اس کی خاطر خواہ رسائی نہ ہو سکی۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔

شائع کردہ

شعبۂ لسانیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ